

اسمبلی رپورٹ (مباحثات)

تیسرا ریکوزیشنڈ اجلاس

بلوچستان صوبائی اسمبلی

اجلاس منعقدہ کیمراکتوبر 2018ء بروز سوموار 20 محرم الحرام 1440 ہجریء -

| صفحہ نمبر | مندرجات | نمبر شمار |
|-----------|-------------------------------|-----------|
| 03 | تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔ | 1 |
| 04 | رخصت کی درخواستیں۔ | 2 |
| 05 | پی ایس ڈی پی 19-2018ء پر بحث۔ | 3 |

ایوان کے عہدیدار

اسپیکر-----میر عبدالقدوس بزنجو

ڈپٹی اسپیکر----- سردار بابر خان موسیٰ خیل

ایوان کے افسران

سیکرٹری اسمبلی-----جناب شمس الدین

ایڈیشنل سیکرٹری (قانون سازی)۔۔ جناب عبدالرحمن

چیف رپورٹر-----جناب مقبول احمد شاہوانی

☆☆☆

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ یکم اکتوبر 2018ء بروز سوموار 20 محرم الحرام 1440 ہجری، بوقت صبح 11 بجکر 15 منٹ
 وزیر صدارت جناب قائم مقام اسپیکر، سردار بابر خان موسیٰ خیل، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
 جناب قائم مقام اسپیکر:

السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَعْمَى ﴿١٣٣﴾ قَالَ

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيَّ أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا ﴿١٣٥﴾ قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيْتَهَا ج

وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى ﴿١٣٦﴾ وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ ط

وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى ﴿١٣٢﴾

﴿ بارہ نمبر ۱۶ سورۃ طہ آیات نمبر ۱۲۲ تا ۱۳۷ ﴾

ترجمہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ - اور جس نے منہ پھیرا میری یاد سے تو اُس کو ملنی ہے
 گزران تنگی کی اور لائیں گے ہم اُس کو قیامت کے دن اندھا۔ وہ کہے گا اے رَبِّ کیوں
 اٹھالایا تو نے مجھ کو اندھا اور میں تو تھا دیکھنے والا۔ فرمایا یوں نہیں پہنچی تھیں تم کو ہماری
 آیتیں، پھر تو نے اُن کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تجھ کو بھلا دیں گے۔ اور اسی طرح
 بدلہ دیں گے ہم اُس کو جو حد سے نکلا اور یقین نہ لایا اپنے رَبِّ کی باتوں پر، اور آخرت
 کا عذاب سخت ہے اور بہت باقی رہنے والا ہے۔ وَمَا عَلَّمْنَا الْاِلٰهَ الْبَلٰغُ۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

جزاک اللہ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ سیکرٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

رخصت کی درخواستیں

سیکرٹری اسمبلی:

میر نصیب اللہ مری صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

میر عبدالرؤف رند صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

جناب عبدالخالق ہزارہ صاحب نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

میر نعمت اللہ زہری صاحب نے بذریعہ فون مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سردار مسعود علی خان لونی صاحب نے نجی مصروفیات کی بنا آج کی نشست سے رخصت

منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

محترمہ ماہ جبین شیران صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

ڈاکٹر ربابہ خان صاحبہ نے مطلع فرمایا ہے کہ وہ کوئٹہ سے باہر ہونے کی بنا آج کی نشست میں شرکت کرنے سے قاصر رہیں گی۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

سیکرٹری اسمبلی:

جناب شام لال صاحب نے بذریعہ فون اطلاع دی ہے کہ انکی طبیعت ناساز ہے جسکی بنا وہ آج کی نشست سے رخصت منظور کرنے کی درخواست کی ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آیا رخصت منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔

چونکہ مورخہ 22 ستمبر کی اسمبلی نشست میں معزز اراکین اسمبلی نے پی ایس ڈی پی 19-2018 پر بحث میں حصہ لیا مزید جو فاضل اراکین اسمبلی مذکورہ پی ایس ڈی پی پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنا نام بھجوادیں۔ مبین خلجی! آپ نے اپنا نام تھوڑا جلدی بھجوادیا ہے۔ جی آپ بات کریں۔

جناب محمد مبین خان خلجی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جیسے کہ آج پی ایس ڈی پی پر بات ہو رہی ہے۔ یہ پچھلی گورنمنٹ نے چھ ماہ پہلے بنایا تھا۔ اور میں نے اس پر ورکنگ کی اور اس میں دیکھا کہ کوئٹہ سٹی کے حوالے سے اس میں کچھ بھی

نہیں ہے۔ جیسے کہ اُس دن نصر اللہ زریے صاحب نے کہا تھا کہ دس ایم پی اے چالیس ارب روپے اپنے حلقوں میں لے گئے۔ تو کوئٹہ سٹی کیلئے اس پی ایس ڈی پی میں کیا رکھا گیا ہے؟ نہ سکول کیلئے رکھا گیا ہے، نہ کوئی نئے کالج ہیں ایک سائنس کالج اور ایک ڈگری کالج کے علاوہ کوئی ایسا نہیں ہے کہ نیا کالج بنایا جائے۔ اور اسکے علاوہ نہ سول ہسپتال ہے، موجودہ ہسپتال کو آپ دیکھ لیں اس کی کیا حالت ہے کوئی نیا ہسپتال نہیں بنایا گیا ہے نہ سریاب روڈ پر نہ نواں کلی میں نہ ایئر رپورٹ روڈ پر کوئی نیا میگا پراجیکٹ ہے اور میگا پراجیکٹ کے علاوہ کیا انڈر پاسز بن گئے ہیں۔ کیا کوئی پلان کیا گیا باقاعدہ طور پر ایک دس سالہ پلان بنایا جائے کہ کوئٹہ سٹی کو اس طرح بہتر کیا جائیگا اس کیلئے اتنے جوہے یہ طریقہ کار ہے۔ مثال کے طور پر کوئی میگا پراجیکٹ رکھا جائے کہ انڈر پاسز اتنے بنیں گے۔ ٹریفک کا لوڈ ہو رہا ہے روڈز تنگ ہیں۔ تو اس حوالے سے اس میں کوئی ایسی چیز نہیں رکھی گئی ہے صرف اور صرف میٹیننس کی مد میں پیسے دیے گئے کہ نالی اور روڈ آپ ٹھیک کریں اس سے تو تبدیلی نہیں آئیگی یا چینیج نہیں آئیگی تو میری جام صاحب سے یہ گزارش ہے کہ خان صاحب نے بالکل تعاون کا اعلان کیا ہے ہم اتحادی بھی ہیں۔ پاکستان تحریک انصاف نے جس طرح تعاون چاہیے وفاق سے ہم باقاعدہ طور پر جام صاحب سے کہنا چاہتے ہیں کہ ایک کمیٹی بنائیں جس میں آپ ہمیں بھی لے کے جائیں اور خان صاحب سے ڈیولپمنٹ کی مد میں بھی بات چیت ہو۔ اور ہمارے باقی مسائل ہیں جیسے پانی کا مسئلہ ہے اُس پر بھی ایک کمیٹی بنا کے ہم اُن سے ملیں۔ اور گیس کا جیسے آجکل ہمارا کوئٹہ کا بڑا مسئلہ آنے والا ہے اس کیلئے کیا رکھا گیا ہے؟ دوائج کی لائنیں پورے کوئٹہ شہر میں بچھی ہوئی ہیں اور آبادی بڑھ چکی ہے اس کیلئے رکھا گیا ہے؟ پورے کوئٹہ شہر میں بڑے پائپ بچھانے چاہئیں تاکہ گیس کا پریشر صحیح ہو۔ یہ بہت سنگین مسئلہ ہے سردی بھی آنے والی ہے کسی علاقے میں اس کا پریشر نہیں ہوتا۔ تو اس طرح میرے حساب سے بلوچستان گورنمنٹ کا یہ جو پی ایس ڈی پی ہے، مجھے منظور نہیں ہے۔ اگر یہ پرانے اس کے مطابق ہے تو میری جام صاحب سے گزارش ہے کہ اس میں پر نئے حساب سے کوئٹہ شہر کے حساب سے کچھ رکھا جائے۔ کوئٹہ شہر کی ڈیولپمنٹ کے حساب سے اور نئے ہسپتال کے حساب سے۔ نئے اسپورٹس کیلئے کوئی سسٹم رکھا ہے یہ نہیں کہ بس میٹیننس کی مد میں ایم پی اے کو تیس یا چالیس کروڑ روپے دے دیے گئے اور اس نے اپنی گلیاں بنائیں۔ آپ اندازہ کریں کہ شہر میں ٹریفک کے حوالے سے کونسی روڈ بڑی کی جا رہی ہے؟ کوئی پلان تو کیا جائے کہ بھی ایک سال میں یہ روڈ ہم نے بڑی کرنی ہے تاکہ لوگوں کو کچھ چینیج تو نظر آئے۔ کیا ہم ادھر اسمبلی میں آئے ہیں چار پانچ سال کے بعد دوبار جب اپنے علاقوں میں جائیں گے تو لوگوں کی باتیں وہی ہونگی کہ آپ نے تو کچھ نہیں کیا آپ اور ان میں کیا فرق تھا؟ تو اس حوالے سے ہمیشہ کچھلی گورنمنٹس میں پیسے lapse

ہوئے کہ انہوں نے نئی اسکیمیں نہیں کر سکیں۔ مگر ہمارے پاس ابھی وقت ہے باقاعدہ طور پر سب کو اپوزیشن کو بھی لے کے مشورے سے کوئٹہ سٹی کے حوالے سے ایک اچھا پلان کیا جائے، مجھے یہ پی ایس ڈی پی منظور نہیں ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ مبین خلجی صاحب۔ جی فضل آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:

شکر یہ جناب اسپیکر۔ خلجی صاحب نے جو باتیں فرمائیں، بلوچستان کی مثال اس طرح ہے کہ ”اونٹ رے اونٹ تیری کونسی گل سیدی“۔ کاش کہ خلجی صاحب ذرا کوئٹہ سے باہر بھی جاتے اور دیکھتے، مکران سے چمن تک اور نوشکی سے تفتان تک، پورا بلوچستان اگر آپ دیکھ لیں تو آپ سمجھیں گے کہ میں چاند پر چڑھا ہوں۔ کوئٹہ سٹی کی مشکلات بالکل صحیح ہیں ہم سب اس شہر میں رہتے ہیں یہ ہم سب کا common شہر ہے۔ لیکن کیا اچھی بات ہوتی کہ خلجی صاحب پورے بلوچستان کے حوالے سے بات کرتے۔ پچھلے سالوں میں جو کچھ ہوا ہے زمین پر کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ کہیں ہسپتال operative نہیں ہیں کہیں سکول operative نہیں ہیں کالج ایسے ہی پڑے ہوئے ہیں اساتذہ کی جہاں دس اسامیاں ہیں وہاں چار، چار کالجز میں ہیں۔ کالجز اور سکول incomplete ہیں payments full ہو چکی ہیں۔ ایک ایک روڈ پر تین دفعہ تین محکموں نے payments کی ہیں۔ اگر وہ بیان کی جائے تو اس پر بہت بڑی debate ہو سکتی ہے یہ سب کچھ ہوتا رہا ہے عوام کے ساتھ ناروا سلوک برتا گیا ہے۔ اگر دو چار علاقوں کا میں نام لوں مطلب یہ ہے کہ آپ جگہ رکو لے لیں تو وہ اجرم سے بہتر نہیں ہے اگر اجرم کو لے تو وہ توبہ کا کڑی اور توبہ اچکنزی سے بہتر نہیں ہے۔ اور اسی طرح لورالائی سائیڈ پر چلے جائیں، ایک طرف سے تو drought ہے پانی نہیں ہے دوسری طرف سے یہ ہماری mismanagement بالکل لوگ بے لگام ہو چکے ہیں ایک سائیکلو سٹائل پی ایس ڈی پیز بنتے ہیں۔ نہ آفیسرز فیلڈ میں جاتے ہیں نہ انہوں نے کبھی سروے کیا ہے۔ میں نے اپنے پشین کے حوالے سے کچھ آفیسران صاحبان کو گزارش کی تھی کہ آپ کچھ schemes بنالیں۔ ایک ماہ کے بعد جب ان سے میٹنگ ہوئی تو انہوں نے کہا ”کہ ہم نے اسکیمیں تو نہیں بنائی ہیں“۔ میں نے کہا کیوں؟ تو انہوں نے کہا کہ ”ہمیں اوپر سے منع کیا گیا ہے“۔ یعنی ان کے جو سینئر آفیسرز ہیں میں نے ان سے کہا ”کہ بھئی! آپ تو ڈسٹرکٹ کے مالک ہیں آپ ڈسٹرکٹ میں گھومیں۔ سکولوں کا کیا حال ہے، روڈوں کا کیا حال ہے، واٹر سپلائی کا کیا حال ہے، زراعت کا کیا حال ہے، ایریگیشن کا کیا حال ہے؟ تو ہر محکمہ اپنی اسکیمیں بنا دے۔ آپ یہاں کے مالک ہیں ایکڑیکٹو، آپ

ایک ڈسٹرکٹ کے مالک ہیں اسلمبمز کے پی سی ون بنا کے آگے بھجوادیں۔ اُس کے بعد ہم دیکھیں گے، گورنمنٹ کے ساتھ بیٹھیں گے، کیا ہو سکتا ہے کیا نہیں ہو سکتا۔ اُسی وقت بیٹھے ہوئے ڈی سی پشین کے سامنے ہم نے جب اُنکے higher-ups سے بات کی۔ اُنہوں نے کہا ”کہ ایسی کوئی بات نہیں“۔ تو لوگ یہاں تک relax ہو چکے ہیں جس طرح کہ ایک چوک پر سپاہی کسی کو پکڑ کے پیسے جیب میں ڈال لیتا ہے یا کسٹم میریٹر پر لوگ آتے ہیں اُن سے پیسے لے لیتے ہیں ہماری ایگزیکٹو اتھارٹیز کی یہی حالت ہو گئی ہے۔ ہمیں تو شکر الحمد للہ کہنا نہیں چاہئے لیکن زندگی میں دو بیورو کریٹس مجھے ملے ہیں جن کو میں سلوٹ کرتا ہے۔ ایک یہاں ڈی سی ہوتا تھا عرفان الہی صاحب، جب میں گورنر تھا اور وہ چوہدری گھٹے میرے ساتھ رہتا تھا کہ کیا ہاسپٹل ہے کیا ایگریکلچر ہے، کیا یہ ہمارے جو سبزی کی منڈیاں ہیں کیا بازار کا گھومنا ہے۔ اور ایک اس وقت ڈی سی پشین اور نگزیب بادینی۔ جب میں جاتا ہوں اُسکے ساتھ بیٹھتا ہوں وہ concerned ڈیپارٹمنٹس کو بلاتے ہیں۔ تو پتہ چلتا ہے کہ اُس نے مجھ سے زیادہ تیاری کی ہوئی ہوتی تھی۔ اور چھٹی کا کوئی concept ہی نہیں ہے۔ کاش اگر ہماری بیورو کریسی جس جس محکمے سے تعلق رکھتی ہیں، اگر اس جذبے سے کام کریں تو حالات بہتر ہو سکتے ہیں لیکن اُس میں بہت بڑا role ہمارا بھی ہے۔ ایک XEN صاحب سے پوچھا گیا ”کہ روڈ پر کام بند ہے، کیوں بھی؟ چار کروڑ روپے ایڈوانس پیمنٹ کی گئی ہے۔ تو اس نے کہا کہ ”ٹھیکیدار آ نہیں رہا ہے“۔ بھی! آپ نے چار کروڑ روپے اُس کو ایڈوانس میں کیوں پیمنٹ کی؟ ”جی تو میں کیا کرتا پیسے surrender ہوتے“۔ میں نے کہا surrender ہوتے تو صوبہ یا فیڈرل کے خزانے میں جاتے۔ لیکن یہ تو ٹھیکیدار آپ سے لے گیا آپ اُسکو initiate نہیں کرتے ہیں black-list نہیں کرتے ہیں۔ اوپر سے نیچے تک ہر محکمے کا یہی حال ہے۔ مجھے پچھلے تین چار دن سے diagnose ہوا ہے disc کا اور ڈاکٹر نے آپریشن کے لئے بلایا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ایک ڈیڑھ ماہ تک نہیں آ سکتا جب تک ہمارے ڈسٹرکٹ کے سارے معاملات streamline نہ ہوں ہر ایم پی اے کو یہ مشکلات ہیں۔ جام صاحب سے گزارش ہے کہ یہ انکے جو، کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کو آپ لیں exceptions are there کہ کوئی اچھے آفیسر بھیج دیں۔ لیکن سب دفتروں میں بیٹھے ہوئے ہیں نہ سائٹ پر جاتے ہیں نہ انسپیکشن کرتے ہیں نہ انکو کاموں کا پتہ ہے ٹھیکیدار سے ملے ہوئے ہیں۔ ایک ٹھیکیدار کو اور پیمنٹ کی ہے بیس فٹ چوڑی روڈ ہے اُس نے بائیس فٹ بنا دی ہے۔ بھی! کیوں؟ اُس نے کہا ”جی میرے علاقے کی روڈ ہے“۔ میں نے کہا پی سی ون میں بیس ہے آپ اُس کو بائیس فٹ کی پیمنٹ تو نہیں کر سکتے، آپ کیسے XEN ہیں۔ تو جام صاحب! حالت بہت گمبیر ہے آپ بھی مشکل میں ہیں ہم

بھی مشکل میں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس اسمبلی میں جتنے لوگ آئے ہیں ان کے دلوں میں یہی درد ہے کہ حالات بہتر ہوں بلوچستان کے حالات کچھ سنبھل جائیں اس میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ میں کھیتراں صاحب کا مشکور ہوں اگلے دن انہوں نے فرمایا تھا کہ اپوزیشن اور ٹریڈری پنجر مل کے اس پی ایس ڈی پی پر نظر ثانی کریں گے اس میں ہمارے ساتھ سینئر بیورو کریٹس بھی ہوں گے اور اس فیلڈ کے حوالے سے بالکل صحیح جو feasible schemes ہیں جو ضروری ہیں کسی بھی area میں ہوں، کسی بھی ڈیپارٹمنٹ میں ہوں، اس پر یہ ہونے چاہیے۔ لیکن اس میں ہماری بھی، اس ہاؤس میں جو ہم بیٹھے ہیں اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی ایک بیورو کریٹ کی ہے۔ watchdog کی طرح ہمیں کام کرنا پڑے گا war-footings میں کرنا پڑے گا۔ لیکن یہ حالات جو پچھلے بیس، پچیس سال سے بگڑے ہوئے ہیں، انکے سدھرنے میں ٹائم لگے گا۔ لیکن ہمیں خود بھی چوبیس گھنٹے الٹ رہنا پڑے گا ہم کوئی دوسرا کاروبار نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ہم، اتنی عجیب سی یعنی ایک سائیکالوجی بن گئی ہمارے فیلڈ آفیسرز کی کہ ان کو دوبارہ موڑنا ان کو اس چیز پر ڈالنا۔ آپ یقین جانیں میں روزانہ گھومتا ہوں، جتنے کنسٹرکشن ورکس ہو رہے ہیں، نہ وہاں ان کا ورکس سپروائزر ہوتا ہے نہ اوورسیئر نہ ایس ڈی اونہ ایکسیٹن کا کچھ پتہ ہے۔ روڈ کے links ہیں ستائیس، ستائیس کلومیٹر لی گئی ہیں سائینڈ پر پندرہ کلومیٹر۔ تین، تین فٹ کا earth-work لیا ہوا ہے site پر کچھ نہیں ہے۔ کارپٹ کہیں کی ہے بہت سے ایسے ہی چھوڑ دیئے ہیں۔ ایک ایک روڈ پر تین ڈیپارٹمنٹس نے payment کی ہے۔ یہ ہم نے نشانہ ہی کی ہے۔ اگلے ہفتے میں، میں اپنے ایریا میں تمام ڈیپارٹمنٹس کو بی ڈی اے، بی اینڈ آر اور لوکل گورنمنٹ اور ڈی سی وغیرہ ہم سب کو لے کے چلیں گے اور آہستہ آہستہ سارا کریں گے۔ میرے ساتھی جو بیٹھے ہوئے ہیں، پیچھے عبدالواحد صدیقی صاحب اور جناب اصغر خان صاحب ان سب کی یہی حالت ہے۔ ہم غم و شادی سے رہ گئے ہیں لوگ گلہ کرتے ہیں کہ الیکشن سے پہلے تو فاتحوں پر آیا کرتے تھے اب نہیں آ رہے ہیں۔ ان کو ہماری مجبور یوں کا کیا پتہ ہے کہ ہم ادھر ڈسٹرکٹ میں ایسے ہی پھنسے ہوئے ہیں کہ ہم سے فاتحہ بھی رہ جاتی ہے۔ ہمیں بھی الٹ رہنا پڑے گا۔ جام صاحب! آپ کی اور چیف سیکرٹری صاحب کی ذمہ داری بنتی ہے کہ اس میں آپ الٹ رہیں۔ فیلڈ آفیسرز کو دوبارہ جگانا پڑے گا ان کو نئی energy دینا پڑے گی۔ ان کے ساتھ ان کے watchdog کی طرح ہمیں کام کرنا پڑے گا ورنہ، جیسے خلیجی صاحب نے فرمایا پانچ سال کے بعد ہم بھی ہاتھ ملتے چلے جائیں گے اور عوام بھی اسی طرح ہوں گے۔ باقی فیلڈ میں جو ہمارے آفیسرز ہیں، وہ پھر اللہ کو جواب دیں گے۔ تو میری گزارش ہے کہ آج چونکہ جام صاحب اسلام آباد سے بھی ہو کر آئے ہیں۔ کونسل آف کامن انٹریسٹ اور NFC کی بھی بات ہوئی ہے۔ تو بجائے اس

کے کہ ہم اس بحث کو طول دیں ہم ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ اور کھیتز ان صاحب کی اُس دن کی تقریر سے، جام صاحب چونکہ اسلام آباد میں تھے، مجھے تو کافی ڈھارس ملی ہے اطمینان ملا ہے کہ انشاء اللہ مل کے سب چلیں گے اور بلوچستان کی خیر خواہی بھی کریں گے۔ تو میری گزارش ہوگی جام صاحب سے کہ بجائے وہ اس پر بولتے رہیں، اس ہاؤس کو inform کریں کہ اسلام آباد سے ہو کے آئے ہیں انہوں نے کیا achievements لی ہیں کہ صوبے کی در بدری کو کس طرح ہم دُور کریں گے۔ اور خلجی صاحب کی suggestion پر اگر یہ عنایت فرماتے ہیں، وعدے تو کچھ لی گورنمنٹ نے بھی بہت سارے کئے تھے لیکن ہوا کچھ نہیں۔ ژوب میں بھی موٹر وے کی opening ہوئی مگر ہوا کچھ نہیں وہاں N-70 اور N-45 کی opening ہوئی اور اُسکو موٹر وے کا نام دیا گیا۔ ہمیں جام صاحب یہ بھی بتائیں کہ سی پیک کے حوالے سے انہوں نے کسی سے بات کی ہے کہ بلوچستان کے حوالے سے گوادر ابھی تک اُس معنوں میں آپریشنل نہیں ہے جس طرح ہونا چاہیے، پندرہ سال ہو گئے ہیں۔ اور ہمیں سی پیک کے حوالے سے، اس کے مغربی رُوٹس کی کیا پوزیشن بن رہی ہے؟ land-acquisition ہوئی ہے کہ نہیں؟ پوری روڈ کے لئے کچھ کرتے ہیں کہ نہیں؟ یا یہ 70 سالوں کی رہنے والی نیشنل ہائی ویز جو incomplete، نامکمل district-to-district roads یا نیشنل ہائی وے پر، اسپیکر صاحب! آپ کو یہ عرض کروں کہ نیشنل ہائی ویز کا 62% total length بلوچستان سے گزرتی ہے اور آپ کے بارڈرز کو ملاتی ہے۔ لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ federal allocations جب ہوتے ہیں تو 62% length کے لئے فیڈرل پی ایس ڈی پی میں صرف 12% یا 13% ہوتا ہے۔ باقی جو 38% رہ گیا یہ سارے ہوتے ہیں۔ ابھی آپ دیکھ لیں کہ خیبر سے کراچی تک موٹر وے بھی ہے، انڈس ہائی وے بھی ہے، نیشنل ہائی وے بھی ہے اور سپر ہائی وے بھی ہے۔ اب چار روڈز وہاں سے گزر رہی ہیں۔ آپکا اتنا اہم صوبہ ہے اسکی گوادر پورٹ کی اہمیت پوری دنیا میں ہے۔ لیکن اُس کو ابھی تک صحیح طرح KPK سے یا تفتان سے یا چمن سے linked نہیں کیا جا رہا ہے۔ اور اسی طرح سنٹرل ایشیا اور چائنا کی طرف روڈز کی length بھی کم ہے۔ اس کی افادیت بھی زیادہ ہے لیکن وہاں فیڈرل گورنمنٹ میں ایسی lobbies بیٹھی ہوئی ہیں۔ مجھے بارہ سال کا تجربہ ہے کہ بلوچستان کو آپ دیکھیں TV پر ذکر ہوتا ہے KPK کا بھی ذکر ہوتا ہے، سندھ کا بھی ذکر ہوتا ہے پنجاب کا بھی اور بلوچستان کا نام اُس discussion میں بھی نہیں، یعنی یہ جو ہمارے اینکر صاحبان ہیں وہاں بھی اتنی neglet ہے اور اسی طرح فیڈرل سیکرٹریٹ میں بھی neglet ہے ہمیں لولی پاپ دیئے جاتے ہیں۔ اور اگر خلجی صاحب یہ عنایت فرماتے ہیں تو ضرور جانا چاہیے۔ ہمیں تو

ڈولپمنٹ چاہیے پیسے چاہئیں۔ تو ایک صاحب نے خواب دیکھا تھا کہ کوئی اُس کو کچھ پیسے دے رہا تھا۔ تو اُس نے کہا ”نہیں یہ کم ہیں“ جب جاگا تو کچھ بھی نہیں تھا۔ بعد میں پھر رضائی اوپر لے لی اور ہاتھ باہر نکالا (فارسی) جو کچھ ہے دے دو۔ تو جو بھی دیتا ہے جام صاحب! لے لیں۔ آپ کے اس صوبے کی حالت بہت ابتر ہے۔ آپ جوان ہیں آپ کے اوپر بہت پریشر ہے۔ ہم ساتھ ہیں لیکن معاملات کو آگے لے جانے کے لئے آپ کو بھی بہت بھاگ دوڑ کرنا پڑ رہی ہے۔ میں جانتا ہوں آپ اس فیلڈ میں رہتے ہیں اور آپ ایسے آرام سے نہیں بیٹھے ہیں۔ لیکن اس دفعہ انشاء اللہ اسمبلی کے ہمارے جتنے بھی بھائی ہیں، ساٹھ باسٹھ وہ سب ہماری بہنوں سمیت، ہم سب active ہیں ہم چاہتے ہیں ہم آپ کے ساتھ ہیں کہ بلوچستان کی کچھ خیر خواہی کی جائے۔ فیڈرل گورنمنٹ نے ہمیں ستر سالوں سے در بدر رکھا ہوا ہے۔ آپ کی امپوزیشن اور آپ کی ہیلتھ کی حالت بہت خراب ہے۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آغا صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں کیونکہ کچھ اراکین ابھی تک رہتے ہیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:

اسپیکر صاحب! تھوڑا نہیں بہت ہی مختصر کروں گا۔ تو گزارش یہ ہے کہ جام صاحب! سب سے پہلے اٹھ کے مہربانی فرمائیں کہ جو اسلام آباد کا ان کا دورہ ہوا ہے وہ کتنا کامیاب رہا ہے؟ ہمیں کتنی اُمیدیں رکھنی چاہئیں۔ بہت شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ آغا صاحب! آپ نے اچھی بات کی۔ جن اراکین نے اس پر پچھلے سیشن میں بحث کی ہے، اُن سے گزارش ہے کہ جو اراکین رہتے ہیں اُن کو اس اہم موضوع پر بات کرنے کا موقع دیا جائے۔

جناب شاہ اللہ بلوچ:

جناب اسپیکر! ایک تجویز ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

جی تھوڑا مختصر کریں کیونکہ پھر حکومتی اراکین اپنا مؤقف دیں گے۔

جناب شاہ اللہ بلوچ:

ایک تجویز ہے۔ کیونکہ میرے خیال میں پچھلے ہمارے اجلاس میں پی ایس ڈی پی پر اپنے علاقوں کے

مسائل پر ہم سارے ممبران نے بڑی تفصیل کے ساتھ بات کی۔ پچھلے اجلاس میں یہ طے ہوا تھا کہ سی ایم صاحب پی ایس ڈی پی کے سلسلے میں کچھ بریفنگ لیں گے۔ کچھ ہوم ورک گورنمنٹ کی طرف سے ہوگا اور کچھ ہوم ورک ہماری طرف سے ہوگا کہ ہم final suggestions، کہ پی ایس ڈی پی کیسے بنا اس کا کیا ایک criteria ڈویلپ ہو اس کو کس طرح ہم اپنے SDG's اور MDG's کے ساتھ جو گزر گئے جس میں ہم ناکام ہوئے ہم اپنے ترقیاتی ہدف کے ساتھ جو ڈویلپمنٹ targets ہیں اس کے ساتھ کیسے link کریں اور پی ایس ڈی پی میں جو عدم مساوات کی ایک discrimination، in-equality کی جس طرح خوشبو، بدبو ہمیشہ آتی رہی ہے اسکو کس طریقے سے کم کیا جائے۔ اگر کسی دوست کے پاس ہے۔ ٹھیک نہیں تو مختصراً میرے خیال میں ایک بات کر لیتا ہوں۔ پھر اسکے بعد جام صاحب اپنی بات کر لیں گے۔ ہمارے پاس دوسری برنس بھی ہے آج سینڈک اور این ایف سی پر ہم نے بات کرنی ہے، باقی چیزوں پر بھی، شکریہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

صحیح ہے۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن):

جناب! اس سلسلے میں میں نے بات نہیں کی تھی، ثناء صاحب نے اُس وقت بھی تفصیلی بات کی تھی۔ بہت سے ساتھیوں نے بھی، اس پر میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

جی ہاں، آپ تھوڑی مختصر بات کریں کیونکہ پھر جام صاحب اس پر اپنا مؤقف دیں گے۔

وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! بلوچستان اس ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے، وَن یونٹ کے بعد 1970ء کی دہائی میں صوبہ کی حیثیت نصیب ہوئی۔ اُس وقت سردار عطاء اللہ مینگل صاحب وزیر اعلیٰ تھے۔ اُس وقت بجٹ صرف چھ کروڑ روپے کا تھا۔ وہ چھ کروڑ، اُس زمانے میں وہی پسماندگی جو ہزاروں سالوں کی تھی بلوچستان میں، اُسکے لئے ناکافی تھا۔ ایک سلسلہ چلتا رہا کبھی پچیس کروڑ کبھی تیس کروڑ کبھی چالیس کروڑ غرض بلوچستان کی احساس محرومی بڑھتی گئی۔ اس احساس محرومی کے حوالے سے نا انصافی کی بنیاد پر استحصالی نظام کو چلانے کے اس صوبہ پر اُسکے اچھے اثرات نہیں پڑے جس کی وجہ سے لوگ پانچ دفعہ پہاڑوں پر گئے۔ سنا کسی کو نہیں گیا۔ ہم سمجھتے ہیں جس ملک میں عدل و انصاف نہ ہو، امن کے طلبگار، یہ خواہش کبھی نہیں رکھیں۔

جناب اسپیکر! این ایف سی ایوارڈ کے حوالے سے بلوچستان میں اُس وقت بہتری آئی جناب نواب اسلم ریسیانی کے دور میں جب ہم پورے بلوچستان اسمبلی کو اعتماد میں لے کر کے اسلام آباد گئے۔ مرکز سے ایک بہتر انداز میں اپنا کیس لڑا۔ اسکے بعد ایک سو 80 ارب آج کل وہ دو سو، دو سو پچاس ارب تک پہنچ گیا۔ جناب اسپیکر! اس ایوان میں بڑے ڈبنگ بڑے دانشور آئے اور بڑے اسکالروگ آئے، ہر ایک نے اپنا پارٹی موقف اپنے انداز میں بیان کیا۔ لیکن بلوچستان کی پس ماندگی ابھی تک برقرار ہے اس وقت بلوچستان میں میگا پراجیکٹس گوادر، ریکوڈک، سیندک کے حوالے سے بڑے چرچے ہو رہے ہیں۔ جناب اسپیکر! بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے جب سیندک کا سلسلہ شروع ہوا تو بلوچستان کے عوام کو یہ خوش خبری دی گئی کہ آپ کی زندگی میں خوشحالی آئیگی آپ کے بچے تعلیم یافتہ ہوں گے اُن کے علاج کیلئے اچھے ہسپتال بنیں گے اور ایک جدید دور کے جدید تقاضے کے حوالے سے انکی زندگی جوڑی جائیگی۔ صد افسوس کہ سیندک تو استحصالی نظام کے حوالے سے آخری مرحلے میں ہے۔ وہاں کے باسیوں کو آج بھی ایک گلاس صاف پانی نہیں مل رہا ایک گلاس پانی کیلئے وہ ترس رہے ہیں۔ واہ انصاف والے سیندک کے آس پاس کے لوگوں کے ساتھ خوب انصاف کیا۔ اسلام آباد والوں نے بڑا انصاف کیا۔ جناب اسپیکر! یہی حال ریکوڈک کا ہے۔ ریکوڈک جنوبی ایشیاء میں سب سے بڑا سونا، چاندی اور کاپر کا ذخیرہ ہے ریکوڈک اُس جگہ کا نام ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے بڑی دولت اُسکے سینے میں دفنائی ہوئی ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ریکوڈک کو اگر صحیح طریقے سے کام میں اور اسکو اس استحصالی نظام اگر اس سرزمین کیلئے استعمال کیا جائے تو پورے جنوبی ایشیاء کو ایک سچری تک معاشی طور پر چلانے کے لئے کافی ہے۔ دیکھو! ریکوڈک کا آج بین الاقوامی ثالثی عدالت میں ہم کیس لڑ رہے ہیں۔ ہمارے اوپر دس ارب ڈالر penalty لگی ہوئی ہے دو کروڑ ڈالر تو ہم دینے کے لئے بھی تیار ہیں لیکن وہ کمپنی نہیں مان رہی ہے۔ یہ ہم کہاں سے دیں گے۔ یہ وہ غلط پالیسیاں ہیں جو پچھلے ادوار میں بنائی گئی تھیں افراد نے بنا سئیں بلوچستان کے عوام کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ بلوچستان کے اس اسمبلی کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اُسکے اثرات آج بلوچستان کے عوام بھگت رہے ہیں۔ تو یہی آج گوادر کے حوالے سے، یہ جو سی پیک کا منصوبہ ہے۔ سی پیک ایک ترقی، ایک خوشحالی، ایک جدیدیت ایک نئے دور کے تقاضوں کی بات کی جا رہی ہے۔ جناب اسپیکر! پرسوں ڈان اخبار میں آیا تھا کہ سی پیک کے حوالے سے پریس کانفرنس کر رہے ہیں، چائنا کا سفیر ذمہ دار، کہ سی پیک کے حوالے سے اُن بائیس منصوبوں میں ستر ہزار لوگ بھرتی کئے گئے ہیں۔ میرا تعلق مکران ڈویژن سے ہے۔ اس میں پنجگور کا ایک بندہ بھی نہیں ہے۔ بلوچستان کے ساتھ بھی نہیں ہے۔ جناب! یہ کہاں کا انصاف ہے۔ پھر یہی اس کڑی کو ملا کے کہہ رہے ہیں کہ اگلے مرحلے

میں دولا کھ لوگ بھرتی کینے جائینگے۔ ہم اس کو کس چیز کا نام دیں؟

جناب قائم مقام اسپیکر:

اسد بلوچ صاحب! please! اسمبلی ہال میں کھانے پینے کی اجازت نہیں ہے۔

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن):

بابا! میرا گلا خراب ہے میں پانی پیتا ہوں۔ ڈاکٹر کا سٹریٹیکٹ میں دوں گا۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

نہیں اُس کے لیے آپ کو بتانا پڑتا ہے ناں آپ تقریر کے دوران بار بار۔۔۔

وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن:

مجھے کوئی شوق نہیں ہے میرا گلا خراب ہے۔ میں جہاں جلسہ کرتا ہوں یا کہیں campaign پہ چلا جاتا ہوں تو وہیں پانی پیتا ہوں۔ جناب اسپیکر! ہم سمجھتے ہیں کہ گواد کو آگری پیک سے نکالا جائے تو اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی۔ اگر اسکی اہمیت ہے تو اس پورٹ کی وجہ سے ہے۔ تو ہم سمجھتے ہیں کہ اگر ترقی کا سلسلہ یہی رہا جو 56 بلین ڈالر سی پیک کے حوالے سے آئے۔ پنجاب سے کام شروع ہوا ادھری اسی صوبے میں ختم ہوئے۔ اسکو اگر میں چاہتا اور پنجاب کا معاہدہ کہوں تو کہیں میں غلط نہیں ہوں؟ کیونکہ باقی ملک کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔ اس لیے ہم سمجھتے ہیں کہ سی پیک کے حوالے سے جس منصوبے پر جہاں کہیں minutes بنائی جاتی ہیں MOU sign کیا جاتا ہے by virtue of post بلوچستان کے وزیر اعلیٰ کو اُس کا ممبر ہونا چاہیے تاکہ انصاف کے تقاضے پورے ہوں اس سی پیک میں ہماری نمائندگی ہونی چاہیے۔ حال ہی میں سعودی عرب کے ساتھ سی پیک کے حوالے سے deal کیا گیا ہے۔ بلوچستان کے عوام ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کو کوئی پتہ ہی نہیں ہے۔ ہم نہیں کہتے ہیں کہ بلوچستان کے 65 ممبروں کو اسمبلی شامل کیا جائے۔ لیکن ان لوگوں نے جس طریقے سے جام صاحب کو منتخب کیا ہے اُسکو نمائندگی دی جائے۔ اس میں پورٹ کی جو آمدنی ہوگی بلوچستان کی، 50% بلوچستان کو دی جائے اس کی ترقی کے حوالے سے دی جائے۔ انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ جناب اسپیکر! اٹھارہویں ترمیم میں صوبوں کو جو خود مختاری دی گئی ہے۔ اور جس طریقے سے اٹھارہویں ترمیم کے خلاف سازش کی جا رہی ہے آنے والا وقت بہت گمبہر خطرناک ہوگا۔ اس لیے آئین کے تقاضوں کو پامال نہیں کیا جائے بلوچستان کو جس طریقے سے صوبائی خود مختاری دی گئی ہے اُس پر عملدرآمد کیا جائے۔ اور اس ایوان میں سارے ہمارے فاضل دوست جو بیٹھے ہوئے ہیں ہم اس صوبے کی ترقی چاہتے ہیں۔ ہم سب ایک

ہیں۔ میری درخواست ہے اس ایوان کے دوستوں سے کہ مل بیٹھ کر اپنی آئینی اور قانونی جنگ اسلام آباد کے ساتھ لڑیں۔ (ڈیسک بجائے گئے) بلوچستان کو اپنا گھر تصور کریں۔ اس ایوان کو ایک فیملی کی طرح چلائیں اور جام صاحب سے میری request ہے ہم سارے ایک ہیں ہم سارے بلوچستانی ہیں ہم سارے بلوچستان کے فرزند ہیں ہم ایک ہو کر بلوچستان کے استحصال کے خلاف آئینی اور قانونی جنگ within framework of Pakistan لڑیں۔ اگر ہمیں آئینی اور قانونی طور پر دیوار سے لگایا گیا تو ہم اپنا کیس دوسری جگہ لے جاسکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! ابھی حالت یہ ہے بلوچستان کی کہ 1 کروڑ 16 لاکھ کی آبادی حالیہ sensus کے مطابق پتہ ہے کہ یہاں کے کتنے لوگ برس روزگار ہیں؟ باقی صرف 3 لاکھ پیروزگار کہاں جائیں؟ اگر انکو ماحول نہیں مل سکتا، روزگار کے مواقع نہیں مل سکتے، یہ ننگے، بھوکے، روٹی کے لیے ترس جاتے ہیں انکو کوئی بھی ایک بندہ استعمال کر سکتا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے، آئین میں صاف لکھا ہوا ہے کہ لوگوں کی تعلیم، انکے روزگار کی جان و مال کی حفاظت ریاست کی ذمہ داری ہے۔ خدارا! اس صوبے کو colonialism اور جو طرز حکمرانی ہے نوآبادیت کا اس کو تبدیل کیا جائے انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں۔ حق ہے کہ صرف کوئٹہ دارالخلافہ ہے، یہاں لوگ پانی کے لیے ترس رہے ہیں۔ گوادر کا بڑا چرچا ہو رہا ہے اور اس کے لوگ پانی کے لیے ترس رہے ہیں اگر گوادر کے دوست کسی بھی ساتھی سے اگر بات کی جائے کہ بابا! میں آپکے لیے کیا تحفے لے کر آؤں۔ وہ کہتا ہے کہ ایک جریکین پانی۔ تو یہ کہاں کا انصاف ہے؟ اس لیے اس ملک کی یہ حالت ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

آپ اپنی تقریر تھوڑی مختصر کریں تاکہ دیگر اراکین کو بھی موقع مل سکے۔

وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن:

جناب! اس ملک میں 7 کروڑ لوگ غربت کی لکیر سے نیچے ہیں اس میں 80% بلوچستان کے لوگ ہیں جو غربت کی لکیر سے نیچے ہیں۔ کل ایک رپورٹ آئی تھی ہمارے علاقے ہیں کلکو، گچک، وہاں بارشیں ہوئی ہیں جہاں سے انکے ریوڑ بھیڑ بکریاں پانی پیتی ہیں وہاں سے وہ لوگ بھی پانی پیتے ہیں اس جدید دور میں۔ کیا ہم اس استحصالی نظام کے خلاف کچھ کر سکتے ہیں؟ بلوچستان کے نصیر آباد ڈویژن میں پھائٹس کا مرض اتنا پھیلا ہوا ہے کہ ہر دوسرا بندہ اس مرض میں مبتلا ہے اس لیے کہ وہاں صاف پانی ہی نہیں ہے۔ تو یہ ساری ذمہ داری ہماری ہے اور یہی کہا جاتا ہے کہ بلوچستان کا بہت بڑا بھٹ ہے اور اس بھٹ کو یہ لوگ غلط استعمال کر رہے ہیں اس کو اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کرپشن ہوئی ہے تحقیقات ہونی چاہیے۔

ہم وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ ہیں۔ لیکن جناب اسپیکر! بلوچستان کا یہ بجٹ صرف ڈسٹرکٹ لسبیلہ کی سیوریج لائن کے لیے بھی ناکافی ہے۔ جدید تقاضوں سے ہم اتنے نیچے آ گئے ہیں اس دور سے دو تین سو سال ہم پیچھے ہیں۔ مکران ڈویژن کی اگر سیوریج لائن کا سسٹم ڈیزائن کیا جائے تو یہ 10 فیصد بجٹ اس کے لیے ناکافی ہے آیا یہ رونقیں صرف اسلام آباد کے لیے ہیں؟ آئین کے تقاضہ یہی ہے کہ صرف اسلام آباد کی رونقیں رہیں۔ ہم بھوکے رہیں اور وہ شادمانیاں مناتے رہیں۔ جناب اسپیکر! ایسا نہیں ہوگا اس لیے آئی ایم ایف سے trillions dollars، جو loans لیے گئے ہیں کہاں خرچ ہوئے ہیں؟ یہ غلط منصوبوں پر خرچ ہوئے ہیں۔ آج ملک دیوالیہ بن گیا ہے۔ ملک کا وزیر اعظم یہ کہہ رہا ہے کہ یومیہ 6 ارب مہینے کا ڈیڑھ کھرب ہم سود دے رہے ہیں۔ ہم پوچھتے ہیں ان لوگوں سے ان حکمرانوں سے کہ ان loans کو جو آئے ہیں ان میں سے بلوچستان کو کتنے ملے ہیں؟ دینے تو ہمیں چاہیے قرض ہمارے اوپر آ گئے ہیں۔ اس کیساتھ یہاں جو وائٹ کالر بڑے بڑے لوگ تھے، 600 ارب بیٹکوں سے قرض لیے ہیں اور ان کو معاف کروایا گیا ہے تو اس میں بلوچستان کے عوام کا حصہ کیا تھا 10 ہزار لوگوں کے لئے ایک ارب بھی نہیں ہے وہ بھی معاف کروائے گئے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں جناب اسپیکر! اس لیے کہ یہ بجٹ ہم مل کر بنائیں۔ حق ہے کہ نصیر احمد شاہوانی کی بھی اسکیمیں لے لیں صدیقی صاحب کی بھی لے لیں اپوزیشن کے سارے ساتھیوں کو ساتھ لیکر چلیں یہاں کوئی تضاد انشاء اللہ نہیں ہوگا۔ جب اس گورنمنٹ کو ہم چلائیں گے ہماری jobs میرٹ پر ہوں اور اس بیج کے ساتھی کبھی یہ محسوس نہ کریں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہوئی ہے مل بیٹھ کر آگے بڑھیں۔ انہی الفاظ کے ساتھ اور اسی اسمبلی میں ہم وقتاً فوقتاً بات کریں گے۔ جناب اسپیکر! آپ نے کہا کہ پانی نہیں پیئیں۔ میرا آپ ساتھ سے کوئی وہ نہیں ہے۔ عبدالقدوس صاحب نے کہا کہ پانی نہیں پیئیں اس لیے کہ میں اُسکے خلاف الیکشن لڑا ہوں آپ کے خلاف تو نہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

نہیں نہیں، پینے کا تھوڑا طریقہ ہوتا ہے اسد بلوچ صاحب۔

وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن:

تو یہ بوتل کا ایڈورٹائز ہو رہا ہے یہ غلط ہے، آئندہ پینے کے لئے گلاس رکھیں گے۔ بلوچستان کے حق کی

جدوجہد، آئینی اور قانونی حقوق کی جدوجہد زندہ باد، مرگ پہ بلوچستان عا استحصالی مخلوق ع۔ مٹو اور واجہ۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ اسد بلوچ صاحب! آپ نے اچھی بات کی۔ میر عمر جمالی مہربانی کر کے مختصر بات کریں۔

میر عمر خان جمالی:

thank you جناب اسپیکر۔ پی ایس ڈی پی 19-2018ء جس طریقے سے بنائی گئی ہے، جو سابقہ اراکین اسمبلی تھے انہوں نے اپنی مرضی اور اپنے مقصد کے تحت بنائی تھی۔ اور انہوں نے جو پانچ سال گزارے تھے، اسی کے تحت انہوں نے زیادہ تر اجتماعی اسکیمز کو چھوڑ کر انفرادی اسکیم پر زور دینے تھے۔ جیسا کہ ہمارے معزز اراکین اسمبلی آغا صاحب، اسد صاحب اور مبین صاحب نے یہاں بات کی۔ اسی تسلسل سے میں بھی عرض کرتا چلوں کہ پوری پی ایس ڈی پی کو revise ہونا چاہیے۔ بنیادی طور پر جو ہمارے علاقے کے مسائل ہیں اجتماعی طور پر ہمیں ان اسکیمز پر زور دینا چاہیے جس سے صرف ایک فرد واحد کا نہیں پورے معاشرے کا اور پورے علاقے کا فائدہ ہو۔ اسی حوالے سے میں عرض کرتا چلوں کہ 2010ء اور 12ء میں یہاں super floods آئے تھے ڈسٹرکٹ جعفر آباد میں اور آج دن تک ہمارا علاقہ اسی پسماندگیوں کے ساتھ اسی معاشرے میں ہمارا سکول سسٹم ہمارا ہیلتھ سسٹم ہمارا پورا infrastructure، ہمارا ایریگیشن سسٹم سب تباہ ہو چکے ہیں۔ اور معزز اراکان جو پچھلے ادوار میں رہے ہیں انہوں نے اس پر کوئی ایسا کام نہیں کیا جس کی مثال ہم یہاں اسمبلی میں دے سکیں۔ اسی حوالے سے میں گزارش کرتا چلوں کہ ہمارے ڈسٹرکٹ جعفر آباد اور نصیر آباد ڈویژن میں جیسے اسد صاحب نے بتایا کہ ایک کروڑ 16 لاکھ آبادی ہے۔ اس میں سے 16 لاکھ آپ one-fifth سمجھیں وہ نصیر آباد ڈویژن میں رہتے ہیں۔ ان کا main انحصار ایریگیشن سسٹم پر ہے اور اسے ہم green-belt of Balochistan بھی کہتے ہیں۔ اسی حوالے سے جناب اسپیکر! پٹ فیڈر کینال جو کہ پہلے 6 لاکھ 7 ہزار کیوسک اسکا intake تھا اور اس وقت وہ بڑھ کر 8 ہزار کیوسک ہو چکا ہے۔ صرف 2012ء کے floods کے بعد اس کی desilting نہیں ہوئی اس وقت اس کی جو total intake ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ 4 سے 5 ہزار ہیں اس کی وجہ سے green-belt ہے بلوچستان کا وہ متاثر ہو رہے ہیں جس میں ہمارے معزز اراکین یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ڈسٹرکٹ صحبت پور ہو ڈسٹرکٹ نصیر آباد ہو ڈسٹرکٹ جعفر آباد یہ سارے اس سے متاثر ہیں۔ میری گزارش ہے جناب جام صاحب سے کہ مہربانی کر کے پٹ فیڈر کینال کی desilting کے لیے پی ایس ڈی پی میں خصوصاً کوئی ایسا بجٹ رکھیں تاکہ ہماری جو 16 لاکھ کی آبادی ہے جو اس کینال پر dependent ہیں کم از کم وہ اپنی پوری فصل اور پورے خاندانوں کیساتھ اپنا علاقہ آباد کر سکیں جیسا کہ ماضی میں ہوتا رہا ہے اس کے علاوہ سر! اس پی ایس ڈی پی میں کافی چیزیں دکھائی گئی ہیں ہمارے علاقے کو پھر نظر انداز کر دیا گیا ہے ہمارے پورے ڈویژن میں کسی قسم کی کوئی یونیورسٹی نہیں ہے

میں گزارش کروں گا جام صاحب سے کیونکہ ہمارا زرعی علاقہ ہے اس میں ہمارے تین چار اضلاع بلوچستان کے ہیں سندھ کا بارڈر ہمارے ساتھ ہے۔ تو جام صاحب! اس علاقے کے لیے کیونکہ وہاں سرکاری زمین بھی available ہے۔ وہاں زرعی یونیورسٹی کا اعلان کریں تاکہ وہاں کے ہمارے نوجوانوں کو آنے والی نسلوں کو ایک اچھا تعلیمی معیار اور اچھا مستقبل مل سکے۔ اسی حوالے سے جناب اسپیکر! جتنی بھی یہاں اسکیمز تھیں ان میں زیادہ تر چیزیں انفرادی تھیں جو میں عرض کر چکا ہوں لیکن جو main چیز ہے وہ یہ ہے جو ہمارے پاس system exist کرتا ہے ایجوکیشن کا ہیلتھ کا سب سے جو مین چیز ہے infrastructure بجائے نئی اسکیم دینے کے ہمیں انکو آپ گریڈ کیا جائے تو بہتر ہے۔ وہاں جو infrastructure موجود ہیں ان کو ہم نئے سرے سے بنائیں جو اسکولز اور کالجز flood سے damages ہوئے ہیں - district management جو یہاں ڈیپارٹمنٹ ہے اس کو وفاق کی طرف سے کچھ ایسے فنڈز allocation ہو رہے ہیں جن میں 70% وفاق اور 30% صوبہ دیگا۔ تو میں گزارش کروں گا جام صاحب سے اس اسمبلی میں سب کے سامنے کہ مہربانی کر کے ایسی اسکیمز ہمارے اضلاع کے لیے مختص کی جائیں۔ ہم کوشش کریں گے جو پی ایس ڈی پی اور دوسری چیزیں ہیں سر! ان کا revise system ابھی تک سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کہ اسکیمز کو کیسے revise کیا جائیگا۔ کیونکہ جو سابقہ ممبران تھے ان میں سے چند موجود ہیں اکثریت نہیں ہیں۔ اور جو موجودہ ممبران ہیں وہ چاہتے ہیں کہ اپنے علاقے کے اپنے لوگوں کے جو مسائل ہیں ان کے لئے اس حساب سے کام کریں جو ان کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی خوشنودی پر کام کریں اور میں ان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے ڈویژنل لیول پر جام صاحب نے کمشنر کے چیئرمین میں کمیٹی تشکیل دے دی ہیں۔ اور ہمیں انشاء اللہ امید ہے کہ جو ماضی میں ہوتا رہا ہے ویسے کام نہیں ہوگا اور ساری اسکیمز پر check and balance ہوگا۔ آخر میں ایک چیز اور عرض کرتا چلوں جناب اسپیکر! کہ یہاں کئی ایسے ڈیپارٹمنٹس ہیں جہاں extra additional charges دیئے گئے ہیں کیونکہ ہمارے پاس سارے آفیسرز موجود ہیں ایس ڈی اوز کو اکثر مقام پر اور خاص طور پر major departments میں چاہے وہ بی اینڈ آر ہو یا پی ایچ ای ہو یا ایسے ڈیپارٹمنٹس ہیں جو کہ بہت working departments ہیں وہاں ان کو XEN کے چارج دیئے گئے ہیں میں گزارش کروں گا اس اسمبلی کے سامنے جام صاحب بھی کہ مہربانی کر کے جن جن کے پاس additional charge ہے اور officers available ہیں گورنمنٹ آف بلوچستان کی، مہربانی کر کے ان کو اپنی جگہوں پر تعینات کیئے جائیں تاکہ ہمارا سسٹم اور ہمارا جو مقصد ہے وہ smoothly چلتا

رہے۔ انہی الفاظ کیساتھ میں شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کا اور اراکین کا بھی۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ میرے عمر جمالی صاحب۔ میڈم بشریٰ مہربانی کر کے مختصر بات کریں۔

محترمہ بشریٰ رند:

یہ male حضرات زیادہ بات کرتے ہیں ہم بس to the point بات کریں گے۔ Thank you so much کہ آپ نے مجھے فلور پر بات کرنے کی اجازت دی۔ کچھ ہمارے اپوزیشن کے تحفظات تھے ایجوکیشن سے related جو اُس دن انہوں نے بیان کیا۔ مگر اُس دن مجھے بات کرنے کیلئے ٹائم نہیں دیا گیا۔ ایجوکیشن میں کوئی پھولوں کا ہار بچھلی گورنمنٹ ہمیں نہیں ڈال کر گئی بلکہ کانٹوں کا ہار ہمارے گلے میں ڈال کر گئی ہے۔ کیونکہ اُس پر میں نے اس PSDP جو یہ بنا ہوا ہے اس پر میں نے بہت کام کیا۔ اور میں نے دیکھا کہ اس کے اندر ایجوکیشن کے لیے کیا چھوڑ کر گئی ہے۔ بلکہ میں آپ سے per child cost جو ڈسٹرکٹس میں ہوئی ہے بچوں کے اوپر خرچہ، یا ہوتا رہا ہے جو یہ ہمارے لیے چھوڑ کر گئی۔ وہ میں آپکو بتاتی ہوں صرف دو، تین ڈسٹرکٹس کا، آپکو اندازہ ہو جائیگا۔ بارکھان کامیں آپکو بتاتی ہوں کہ پرائمری میں جب ایک بچہ پڑھتا ہے تو اُس کے اوپر اٹھائیس ہزار دو سو چالیس خرچ آتا ہے۔ پھر جب وہ مڈل میں جاتا ہے تو ایک لاکھ تین ہزار پانچ سو روپے اُس پر خرچہ ہو جاتا ہے، یہ ایک سنگل بچے کا بتا رہی ہوں۔ ہائی اسکول میں جب وہ جاتا ہے تو وہ ایک لاکھ چار ہزار دو سو سو اسی روپے۔ اور اس طرح جب ایڈمن چارجز ملا کر یہ ہمیں ٹوٹل average cost جو پڑتی ہے وہ 50% پڑتی ہے۔ اسی طرح میں آپکو کوہلو کا بتاتی ہوں۔ یہ Thirty Three thousand One Hundred and Ninety Seven پڑتی ہے۔ جب مڈل میں وہ بچہ آتا ہے تو Ninety Thousand۔ اسی طرح سے جب وہ ہائی اسکول میں آتا ہے تو One Lac Twenty Two Thousand Rupees۔ اور ایڈمن چارجز ملا کر یہ Fifty Eight% پر ہمیں یہ بچہ پڑتا ہے۔ اور Last میں میں آپکو کوہلو کا بتاتی ہوں کہ Twenty Eight thousand Six Hundred and Thirty Nine Rupees مڈل میں جب وہ جاتا ہے تو مڈل اسکول میں Thirty Seven Thousand Three hundred and Five Rupees۔ اور ہائی اسکول میں Fourty Thousand میں وہ بچے کی کاسٹ ہمیں پڑتی ہے۔ اور End میں وہ ہمیں % Thirty Seven گورنمنٹ کو اُس کا average نکلتا ہے۔ یہ آپکو میں

without books بتا رہی ہوں یہ میں نے پورے ڈسٹرکٹس کا نکالا ہے۔ ٹائم کی کمی کے باعث ابھی میں نے آپ سے شیئر صرف دو، تین کا کیا ہے۔ تو یہ صورتحال ہے گرہم اس میں کچھ پرائیویٹائز بھی کر لیں تو ہمارے خرچے آدھے بھی ہو سکتے ہیں یہ ایک suggestion ہے جام صاحب کو۔ اور دوسرا یہ کہ 2014ء سے اگر ہم لیں تو 2014ء میں کرنٹ اماؤنٹ Twenty Four Billion تھی اور اُس میں ڈو پلمینٹ فنڈز 10.54 billion تھے۔ پھر 2014-15ء کے بجٹ میں 28.94 billion تھا۔ اور ڈو پلمینٹ چارجز 11.74۔ اسی طریقے سے 2015-16ء میں 38.33 billion۔ اور ڈو پلمینٹ صرف Ten تھا۔ پھر 2016-17ء جو بڑا worse گزرا ہے جس میں 42.53 ری کرنٹ جس میں salary, allowances شامل تھے۔ اور ڈو پلمینٹ صرف 6.2 تھی جو میں بار بار ہر اُس میں بیان کرتی ہوں۔ کہ 6% loss جو اُس میں ڈو پلمینٹ ہوئی ہے۔ اب جو انہوں نے نیا بجٹ ہمارا بنایا ہے 2017-18ء۔ اس میں 45.9 billion اور جو ڈو پلمینٹ ہے وہ صرف 9% ہو گئی ہے۔ اور 2019ء کیلئے جو انہوں نے PSDP میں بنایا ہے وہ صرف 56 Billion۔ اور ڈو پلمینٹ صرف 11%۔ تو آپ مجھے بتائیں اس طرح کے PSDP میں ہم جو ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں اسکو ڈویلپ کرنے کی بات کرتے ہیں کہ کس طرح ہم ڈویلپ کر سکتے ہیں یا ہم اُس میں کیا تیزی لاسکتے ہیں؟ یا کیا راتوں رات ایسی چھڑی ہوگی جو گھمائیں گے اور بلوچستان میں بالکل باہر کے pattern کے اسکولز بن جائیں گے۔ ایک اور بات میں آپکو بتاؤں جو بہت اہم ہے کہ اس وقت 60% اسکولز بلوچستان کے one room ہیں۔ ایک کمرے کے اندر مشتمل ایک ٹیچر اُس ایک روم میں، چاہے وہ دو سو بچے، تین سو بچے وہ اُسے look-after کر رہے ہیں یہ کچھلی حکومت کی کارکردگی ہے جو وہ ہمارے لیے چھوڑ کر گئی ہے جسے ہم نے آگے لیکر چلانا ہے۔ دوسری بات کہ ہمارا زیادہ تر focus یہ ہوتا ہے کہ بچے اور ٹیچرز attendance لگا رہے ہیں نہیں حاضری دے رہے ہیں یا نہیں ان چیزوں کو زیادہ focus کیا جاتا ہے جبکہ standard کو نہیں دیکھا جاتا کوالٹی آف ایجوکیشن کو نہیں دیکھا جاتا۔ اور end of the day ہمیں out-put زیرو ملتا ہے۔ اس میں ایک اور چیز جس پر میں نے تھوڑا سا کام کیا ہے وہ یہ ہے کہ پرائمری اسکول for girls and boys یہ ماضی میں اس طرح تھا کہ ٹیچرز کو الگ oppoint کیا گیا تھا۔ اب اُس میں تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ اور اگر ہم اسے صرف one کر دیں ایک اسکول پر لے آئیں تو اُس میں 13 ہزار 5 سو اسکولز موجود ہیں۔ اور اگر جام صاحب انکو پرائمری لیول پر ایک کر دیں تو اس سے ہمارے پاس 5 ہزار jobs نکل سکتی ہیں، لیڈیز کیلئے۔ جو لیڈی ٹیچرز کو ہم oppoint کر کے اس میں adjust

کر سکتے ہیں۔ تو یہ ایک فیملیز کیلئے ایجوکیشن میں job of opportunity بڑی اچھی ہو جائیگی۔ تو یہ میں نے کچھ کام جو PSDP پر کیا تھا اس سے related چیزیں کچھ suggestions ہیں ایجوکیشن کے حوالے سے۔ اور میں کہتی ہوں کہ ایجوکیشن اتنی بُری حالت میں ہے کہ کتنے ایسے اسکولز ہیں جو کھلے میدانوں میں بچوں کو بٹھا کر پڑھایا جا رہا ہے چھت نہیں ہے there is no roof اساتذہ کی کوئی proper ٹریننگ نہیں ہے۔ تو یہ ساری چیزیں ہمارے لیے ماضی کی حکومت چھوڑ کر گئی ہیں۔ جواب ہمیں پانچ سال میں ان سب چیزوں کو درست کرنا ہے، اور اکیلے نہیں اپوزیشن کو ساتھ لیکر۔ کیونکہ بلوچستان صرف ہمارا نہیں ہے آپکا بھی ہے ہم سب کا ہے ہم سب ملکر اس ایجوکیشن سسٹم کو بدل سکیں گے۔ Thank you so much۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ میڈم! آپ نے بڑی اچھی باتیں کیں۔ جی نصیر احمد شاہوانی صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں PSDP پر گزشتہ تین سیشن چلے۔ اُس پر ہمارے دوستوں نے بات کی ہے۔ اور میں نے بھی ایک دفعہ PSDP پر بات کی تھی۔ لیکن آج چونکہ یہ wind up ہونے والا ہے میں کوشش کرونگا کہ مختصر کروں۔ جہاں تک بلوچستان کا مسئلہ ہے میرے خیال میں اُسد بلوچ نے بڑے واضح انداز میں بلوچستان کے مسئلے پر بات کی ہے اور PSDP پر بھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان اس ملک کا 43 فیصد ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ سب سے زیادہ وسائل کے حوالے سے بھی جو وسائل ہیں وہ بلوچستان ہی کے ہیں۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے کہ سب سے زیادہ پسماندہ صوبہ اگر کہا جائے تو 70 سالوں میں سب سے پسماندہ صوبہ بھی بلوچستان ہے۔ آج جو جنگ ہم آپس میں لڑ رہے ہیں PSDP پر جو باتیں ہو رہی ہیں ہر ہمارے اُس دوست کی، ہر اُس نمائندے کی کوشش یہی ہے کہ PSDP کا کچھ حصہ میرے علاقے میں، میرے حلقے میں خرچ ہونا چاہیے۔ اُس کی وجہ اگر دیکھا جائے تو صرف اور صرف وہی پسماندگی ہے کہ بلوچستان کے ہر علاقے میں جو گزشتہ 70 سالوں سے پسماندگی چلی آرہی ہے۔ جناب اسپیکر! PSDP پر جس طرح دوستوں نے بات کی کہ بلوچستان کے 80 فیصد لوگ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ اور جب PSDP کو ہم دیکھتے ہیں۔ کوئٹہ کے حوالے سے بھی میں کچھ باتیں ضرور کرونگا کہ PSDP میں اُس وقت جو PSDP بنایا گیا تھا اُس وقت کوئٹہ کے چھ حلقے تھے۔ لیکن آج یہ موجودہ مردم شماری کے بعد کوئٹہ کے 9 حلقے بنائے گئے ہیں۔ اور اُن میں بہت سارے ایسے حلقے ہیں

خصوصاً میں اپنے حلقے کی بھی بات کرونگا۔ اُس میں PSDP کے حوالے سے کچھ بھی نہیں ہے۔ اور آج بھی کوئٹہ شہر کیلئے اگر بہت ساری اسکیمیں ہیں میں اُنکی مخالفت نہیں کرتا لیکن میں یہ بھی چاہتا ہوں کہ کوئٹہ شہر میں اگر PSDP میں وہ اسکیمیں شامل کی گئی ہیں۔ تو کوئٹہ شہر کے اندر priority خصوصاً اُن علاقوں کی ہونی چاہیے جہاں پسماندگی زیادہ ہے۔ میں سریاب، کچلاک، ہنہ اوڑک اور گردونواح کی بات کرونگا۔ کیونکہ قائد ایوان سے جب ہمارے اپوزیشن کے دوستوں اور ہماری پارٹی کے دوستوں نے ملاقات کی اُس میں میں نے PSDP میں کوئٹہ شہر سے متعلق جنسی اسکیمیں تھیں وہ نکال کر اُنکے سامنے رکھ دی تھیں۔ آج بھی اُس میں اربوں روپے اگر روڈوں کیلئے رکھے گئے ہیں۔ کوئٹہ شہر کے وہ علاقے میں یہ نہیں کہتا کوئٹہ شہر میں، گردونواح میں اگر کہیں کوئی پسماندگی ہے کہیں کوئی علاقہ رہ جاتا ہے تو اُسکو ضرور شامل کیا جائے۔ لیکن خصوصاً city کے اندر اگر جناح روڈ ہے۔ لیاقت بازار ہے۔ فاطمہ جناح روڈ ہے۔ کچھ ایسی روڈز ہیں جنکو ان 70 سالوں میں میرے خیال میں ستر دفعہ بنایا گیا ہے توڑا گیا ہے پھر بنایا گیا ہے۔ نالیاں توڑی گئی ہیں پھر بنائی گئی ہیں۔ اس کو اب زیادہ نہ چھیڑا جائے۔ جس طرح شہر کے اندر کلی اسماعیل ہے۔ سمنگلی روڈ ہے۔ کرانی روڈ ہے۔ سریاب روڈ ہے۔ ان پر زیادہ ہمارا focus ہونا چاہیے۔ اور بد قسمتی یہ ہے کہ آج تعلیم کے حوالے سے بھی ہمارے علاقوں میں کچھ بھی نہیں رکھا گیا ہے۔ ایک پرائمری اسکول بھی ہمارے علاقے کے لئے نہیں ہے۔ ہم تو چارہ تھے کہ وہ پسماندہ علاقہ وہاں اس وقت زمینیں بہت پڑی ہیں وہاں کھیل کے میدان ہونے چاہئیں وہاں اسکول بننے چاہئیں کالج بننے چاہئیں ٹیکنیکل ادارے بننے چاہئیں۔ لوگ آج اس لیے کوشش کرتے ہیں کوئٹہ شہر کی طرف کہ یہاں سب کچھ ہے infrastructure ہے اسکول ہیں کالج ہیں۔ اور ہم کوئٹہ شہر کی روڈوں کو توڑ کر اسکو بار بار بڑا بنا رہے ہیں کیونکہ آبادی بھی بڑھ گئی ہے لوگوں کا آنا جانا ہوتا ہے۔ کیوں نہ یہ اسکول اگر ہم سریاب میں بنائیں کچلاک میں بنائیں ہنہ میں بنائیں سرہ غرگئی میں بنائیں۔ وہاں ہسپتال بنائیں کھیل کے میدان بنائیں تو کوئٹہ شہر پر burden کم ہو جائیگا۔ دُنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ جہاں آبادی بڑھ جاتی ہے اُس آبادی کو دوسرے علاقوں میں شفٹ کیا جاتا ہے نئے شہر آباد کیئے جاتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہاں کی روڈوں کو توڑ کر وہاں مزید اسکول بنانے ہیں۔ ہسپتال میں جو کمرے ہیں اُن کمروں کو توڑ کر اُنکے اوپر کمرے بنانے ہیں۔ ایک شیخ زید ہسپتال ہے جسکی میں ہمیشہ مثال دیتا ہوں اُسکو اتنا جدید بنایا گیا ہے اُس پر اربوں روپے خرچ کیئے گئے ہیں۔ چونکہ وہ سریاب میں ہے اور ہمیشہ یہ سوچا جاتا ہے کہ اس کی مشینیں کس طرح کوئٹہ شہر منتقل کی جائیں وہاں چوبیس گھنٹے ایمر جنسی نہیں ہے وہاں کوئی ٹراما سنٹر نہیں ہے۔ مستونگ کا جو واقعہ ہوا اگر وہ ہسپتال اُس وقت فنکشنل

ہوتا وہاں چوبیس گھنٹے ایمر جنسی ہوتی وہاں ٹراماسٹر ہوتا تو تین سو سے زائد لوگ نہیں مرتے۔ مستونگ سے اس کا فاصلہ تقریباً بیس منٹ کا ہے۔ یہاں ہمارے ہر بلاسٹ، ہر دھماکے کے بعد ہم بی ایم سی کو بھی چھوڑ کر کینٹ کا رخ کرتے ہیں۔ ہم ایم پی اے وہاں جاتے ہیں کتنی پوچھ گچھ کے بعد ہم کینٹ میں داخل ہوتے ہیں۔ اتنے مریضوں کو اٹھا کر جب ہم وہاں جائینگے تو ظاہر ہے انکو مرنا ہی ہے۔ آج قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں میں نے اُس دن بھی اُن سے کہا کہ خُدارا! آپ کیلئے ہم سریاب میں ایک پروگرام رکھتے ہیں آپ سریاب کا اس ہاسپٹل کا ایک visit کریں۔ آپ کوئٹہ کے گرد و نواح کا خود نواح کا visit کریں۔ آپ دیکھیں اس PSDP میں، جناب! ہم اسکو wind up کرنے جارہے ہیں۔ اسی PSDP میں ان علاقوں کیلئے کچھ رکھیں۔ جب آنے والا سال ہوگا تو ان علاقوں میں کچھ نظر آئے۔ بجائے کہ ہر شخص اپنے بیٹے کو گاڑی میں بٹھا کر، کچھ لوگ afford کر سکتے ہیں۔ میں نے پُرسوں ہی اپنے اسکول کا دورہ کیا۔۔۔۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

نصیر احمد صاحب! مہربانی کر کے تھوڑا مختصر کر دیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

میں نے ابھی تو شروع کیا ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

نہیں۔ اس پر پہلے بھی ہماری بات ہو چکی ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

آپ نے اپنی ڈائری میں کچھ چیزیں لکھی ہوئی ہیں کہ کس کور و کتنا ہے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

نہیں نہیں ڈائری نہیں ہے میرے لئے سب برابر ہیں مہربانی کر کے مختصر کر دیں، اور to the

point بات کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

جتنے بھی ہمارے دوست ہیں۔ جب آج اس پر بات ہونے جارہی ہے، ہم اپنے علاقے کی پسماندگی

کو آج اس میں ضرور شامل کریں گے۔ جب آپ سنیں گے نہیں، آج قائد ایوان بیٹھے ہوئے ہیں ہم اس لئے اس پر

debate کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

مختصر، to the point بات کریں۔ PSDP پر بات کریں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

چونکہ ہمارے مسئلے مختصر نہیں اتنے زیادہ ہیں کہ اگر ان پر بولیں تو پورا دن بول سکتے ہیں۔ اگر آپ کہتے ہیں پھر ہم آپ کو لکھ کر قائد ایوان کے حوالے کر دیتے ہیں کہ بھی یہ ہماری چیزیں ہیں پھر وہ جانیں ان کا کام جانے، پھر اسمبلی میں ہم نے بولنا ہی نہیں ہے۔ میں اپنی پارٹی کا پارلیمانی لیڈر بھی ہوں ہمارے 10 ایم پی ایز ہیں یہ سارے ہمارے دوست ہیں، جو جتنا بولے ہم یہ نہیں کہتے ہیں کہ آپ ان کی بات کاٹیں۔ لیکن یہ ہے کہ آپ انصاف کی کرسی پر بیٹھے ہیں اس کو اسی طرح چلائیں، آپ ہمیں بولنے کا موقع دیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

موقع تول رہا ہے to the point آپ مختصر کر کے بات کریں۔ کیونکہ حکومت کی طرف سے بھی

پچھلے دو سیشن میں اس پر بات ہو چکی ہے، PSDP پر۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

مہربانی جناب اسپیکر۔ اس کے بعد پھر ثناء بلوچ کچھ بولیں گے۔ بہت مہربانی۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ نصیر احمد صاحب!

His-Excellency Mr. Didier Talpain the Counsel General of Republic of France is in the Speaker Box, watching the proceedings of House. I welcome His-Excellency in Balochistan Assembly. Welcome Sir.

جی سردار صاحب! مختصر مہربانی کر کے بات کریں۔

سردار عبدالرحمن کھٹیران (وزیر محکمہ سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی اور پاپولیشن ویلفیئر):

میں ثناء صاحب سے وہی بات کرنا چاہ رہا ہوں اسلئے میں پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھا ہوں، مختصر۔ ابھی تو میں نے شروع نہیں کیا ہے اور آپ نے کہا کہ مختصر کر دیں۔ گزارش یہ ہے سردار بابر خان موسیٰ خیل صاحب! ابھی آپ نئے ہیں۔ ادھر بڑا دل رکھنا پڑتا ہے، اُنکو بھی سننا ہے ادھر بھی آپ نے سننا ہے۔ اور کئی دفعہ تو ایسا ہوا ہے کہ اسپیکر صاحب سو جاتے ہیں لوگ بولتے رہتے ہیں۔ دو اجلاسوں میں ہم آنر ایبل سی ایم صاحب

جناب اسپیکر! آپ کو مخاطب کرتا ہوں۔ ساڑھے تین ارب روپے ٹینکر کے ذریعے پانی دیا جا رہا ہے۔ اس پانی کا اگر آپ TDS دیکھ لیں تو آپ رونا شروع کر دینگے کہ جو standard TDS ہے، ایک سو اسی، دو سو بیس، اس حد تک۔ وہ میرے خیال میں تین سو سے اوپر ہے۔ TDS شاید پانی کے معیار کو کہتے ہیں۔ گوادری روڈ میں، جام صاحب نے ہم سے کہا کہ میں آپ لوگوں کو ایک عجوبہ دکھانا چاہتا ہوں۔ جب ہماری واپسی تھی تو جہاز میں جب ہم نے take-off کیا، جیسے بچپن میں ہم مٹی سے دو لکیریں لگا کر کھیلتے تھے، اسی طرح گوادری کی تمام روڈیں ریت کے اندر دفن ہو چکی تھیں۔ اور ایک عجیب scene تھا کہ ایک روڈ جو ایئر پورٹ کو آرہی ہے اُس کا بھی یہی حشر تھا۔ جام صاحب نے کہا کہ یار کم از کم اتنا تو تھوڑا سا احساس کرو، کہ ادھر مٹی میں دفن ہو رہی ہیں، ایک چھوٹا سا ٹریک گاڑی کا بیچ رہا ہے اُسکو تو ٹھیک کر دو۔ اربوں ڈالو ہاں خرچ ہوئے ہیں، ہسپتال ایک جگہ پر بنا ہوا تھا ہم گئے اتنا خوبصورت ہسپتال، لیکن میں نے وہاں بھی کہا یہاں بھی میں ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ اگر مجھے رات کو اکیلا وہاں رہنا پڑے جتنا بھی کوئی بہادر، میں تو بہادر نہیں ہوں۔ جتنا بھی بہادر آدمی ہے اُس بھوت بنگلے میں مریض تو بہت دور کی بات ہے ایک کرسی بھی وہاں حرام ہے۔ بنا دیا فنڈز ہو گئے اُس کی پیمنٹیں millions of rupees میں ہو گئیں، اور بھوت بنگلہ، جام صاحب نے اُسکے PD وغیرہ سے کہا ہے کہ یار اسکو پرائیویٹائز کر دو، کچھ کر دو، یہ تو تباہ ہو جائیگا۔ تو ہسپتال کی یہ حالت ہے۔ یونیورسٹی کی یہ حالت تھی کہ چار دیواری نہیں تھی نہ پینے کا پانی۔ اور ہم کہتے ہیں کہ مرکز، مرکز اپنی جگہ پر یہی لوگ اوپر مرکز میں بھی بیٹھے تھے، ادھر مرکز میں بھی انکی اتحادی حکومت تھی اور یہاں بھی انکی حکومت تھی۔ تو وہاں یہ حالت تھی۔ ہم کہتے ہیں کہ لوگ محنت نہیں کرتے ہیں، چائینز نے ساڑھے پانچ مہینے میں ٹریڈ سینٹر بنایا جس میں چالیس بیڈ کا ہوٹل بھی شامل ہے، ساڑھے پانچ مہینے میں اور اُس میں ہم نے جاکے فنکشن کئے اُس میں لوگ رہ رہے تھے، اُس میں آفیسز کام کر رہے تھے، یہ ہوتی ہے محنت۔ وہ پورٹ ایریا۔ جتنے تک ہے۔ باقی تو خدا ہی خیر کرے۔ گوادری کی یہ حالت ہے، باقی interior میں گئے، تربت کا کیا حشر تھا۔ آپ کے پسینی کا کیا حال تھا۔ پنجگور کی بریفنگ دی گئی، پنجگور کا ممبر ساڑھے چار سال ہیما تھ منسٹر تھا۔ تو وہاں ٹوٹل سات ایمبولینسز تھیں جن میں سے چار خراب تھیں، پورے ڈسٹرکٹ پنجگور میں تین ایمبولینسز تھیں۔ تو ان کی جو قوم پرستی کے دعوے کرتے ہیں جو حقوق کی بات کرتے ہیں کہ جی ہم بلوچستان کے اور پاکستان کے حقوق کی بات کرتے ہیں۔ اُنکے حقوق اپنے ڈسٹرکٹ میں یہ حالت تھی۔ اسی طریقے سے سکول۔ جام صاحب نے state away کہا اور وہاں حکم دیا کہ بابا! ہم بیزا ہیں RHC اور بی ایچ یوز سے، آپ صرف ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال کو تھوڑا سا promote کر لیں اُنکو سیدھا کر لیں۔ ہمارے چار اضلاع ہیں

، چار ہسپتال ہو جائیں۔ مکران میں اگر ایک آدمی کے پیٹ میں درد ہو تو زیادہ سے زیادہ نزدیک ہسپتال میں اُسکا سو روپے کا خرچہ ہے وہ پچاس ہزار روپے لگا کے کراچی سے اپنا علاج کرا کے واپس آتا ہے۔ باقی ہمارے علاقے تو ویسے ہی ہم، مجھے تو انہوں نے ساڑھے چار سال میری شکل شاید اُن کو اچھی نہیں لگتی تھی، قید میں رکھا۔ ہم تو اُن سے گلہ نہیں کرتے۔ اپنے علاقے میں اُن کی حالت یہ تھی جناب اسپیکر! وہاں رونا آ رہا تھا کہ فنڈز کو کیسے تباہ کر دیا گیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ جام صاحب۔ سی ایم صاحب ایک سیکٹر ہو کہ اُس میں جا کر آپ بہتری لائیں۔ پورے آوے کا ہوا ہی بگڑا ہوا ہے، کرپشن اور miss use of funds، تو اس گورنمنٹ کو بنی ہوئی ایک مہینہ ہوا ہے اور آپ دیکھ رہے ہیں، میڈیا کے ذریعے آپ دیکھ رہے ہیں کہ CM صاحب کہاں کہاں جا رہے ہیں، ہمیں ساتھ لیکے اور اپنے ساتھیوں کو ساتھ لیکے۔ next step میں ہم انشاء اللہ اُن کو ساتھیوں کو ساتھ لیکے جائینگے ہم اُنکو حالت دکھائیں گے کہ جی اس صوبے کے ساتھ کیا حشر کیا گیا ہے۔ وہ ہمارے ساتھی ہیں، یہ ایک دوسرے کے لازم و ملزوم جیسے بیٹے اور باپ ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہوتے ہیں، اپوزیشن اور ٹریڈری بیٹے ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں۔ وہ اچھی تجاویز دیں وہ ہم پر تنقید کریں بسم اللہ ہم اُنکو welcome کہتے ہیں۔ اور میں تجویز دوں گا اپنے قائد ایوان کو کہ اگلے، ایک دفعہ ہم یہ چھوٹا سا سا home work complete کر لیں پھر ہم آپ کے پارلیمنٹ لیڈروں کو آپ ساتھیوں کو ہم ساتھ لے کے جائینگے اور دیکھیں کہ اس وقت بلوچستان کی یہ حالت ہے۔ میں مختصر عرض کرونگا کہ میں دوستوں سے گزارش کرتا ہوں کہ جتنی جلدی آپ آج ثناء صاحب اپنی speech دینا چاہتے ہیں، اور چھوٹا سا بریف۔ میں تو اس طریقے سے کہونگا، یہ آپ لوگوں پر depend کرتا ہے۔ اچھا 70 لاکھ روپے daily پانی پر۔ وہ پانی جو بیماری کی جڑ تھا لوگوں کے جسم پر دانے نکلے ہوئے تھے ان کے ہاتھ پھٹے ہوئے تھے منہ پر پتہ نہیں جیسے چچک ہوا ہو۔ مزے کی بات یہ ہے کہ حمل کلمتی جو وہاں سے ہیں وہ بھی ساتھ تھے اور دیکھ رہے تھے۔ میں چیلنج پر کہتا ہوں، اس ایوان میں ذمہ داری سے یہ بیان جاری کر رہا ہوں اگر قائد ایوان چاہیں کہ میں انکو آری میں جاؤں، پانچ سال صرف ان انکو آریوں میں، آپ کوئی کام بھی نہیں کر سکیں گے۔ یہ اتنی بیماریاں ہیں کہ وہ ان کی جڑ تک نہیں پہنچ سکے گا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ آپ لوگوں کی مدد چاہیے ہمیں، آپ لوگوں کا ساتھ چاہیے۔ ہم چاہتے ہیں۔۔۔۔۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

سردار صاحب! ذرا مختصر کر دیں تاکہ دیگر اراکین کو موقع دیں۔

وزیر محکمہ سائنس و انفارمیشن ٹیکنالوجی اور پبلیشن و پبلسٹی: ہم چاہتے ہیں کہ ہم پانچ دن ہوں، پانچ مہینے

ہوں، پانچ سال ہوں اس صوبے کے لیے کچھ ایک چھوٹا سا گنٹ کر کے جائیں کہ ہم نے اپنے وقت میں یہ کیا۔ اور جو اسکی ملکیت کا دعویٰ کرتے ہیں، جو قوم پرستی کے دعوے کرتے ہیں انہوں نے کیا کیا ہے۔ صرف ہم اتنا اس میں ہمیں آپ کی مدد چاہیے۔ تو میں گزارش کروں گا کہ یہ آپ لوگوں کا ہے آپ لوگ خود decide کریں کہ through ثناء بلوچ صاحب کے کیونکہ یہ محنت کرتے ہیں working کرتے ہیں، figure نکالتے ہیں۔ اس کے ذریعے آپ لوگ ہمیں تجاویز دینا چاہتے ہیں بسم اللہ طریقہ کار یہ ہوگا کہ پہلے اُس طرف سے تجاویز آئیں گی پھر ہمارے اپنے ساتھیوں کی یہ سارا سلسلہ کر کے پھر ہم اس PSDP کو کورٹ کے فیصلے کی روشنی میں، آپ لوگوں کی تجاویز اور جو غیر منصفانہ تقسیم ہے وہ ساری چیزوں کو مد نظر رکھ کر ہم ایک شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کریں گے۔ آگے پھر اس ایوان کا کام ہے کہ اُس کو پاس کرتا ہے یا reject کرتا ہے۔ تو آپ لوگوں کو میں welcome کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کے پارلیمانی لیڈروں کے ذریعے دینا چاہیں آپ کی مہربانی ہیں۔ اگر ثناء بلوچ دینا چاہیں most welcome۔

جناب! Thank you very much!

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ سردار صاحب، ویسے point of order پر اتنی لمبی بات نہیں کی جاتی خیر۔ میڈم شکلیہ نوید مختصر الفاظ میں بات کریں کیوں کہ وقت کی کمی ہے۔

محترمہ شکلیہ نوید دہوار:

جناب اسپیکر! Thank you so much، سب سے پہلے I appreciate Miss Bushra کہ انہوں نے EMIS data کو جس طرح analyze کر کے آپ کے سامنے پیش کیا That was not part of PSDP, that was EMIS data میں صرف یہاں اس دفعہ کی PSDP میں ایک چیز جس کو، کچھ چیزیں ہوتی ہیں جن کو آپ بڑا go through کرتے ہیں، I appreciate that efforts that this is very first time that we have funds for teachers training in this PSDP, previously But at this time I allocate نہیں ہوئے ڈی پی میں ٹیچرز کی ٹریننگ کے کوئی بھی فنڈز نہیں ہوئے appreciate this efforts میں اسکی تھوڑی سی وجوہات کیوں کہ CM صاحب یہاں بیٹھے ہوئے ہیں میں اُن کو متوجہ کرنا چاہوں گی recently teachers competency test conduct کروائے

گئے بلوچستان لیول پر۔ With the collaboration of UNICEF and education department. And we have a good Secretary Education صاحب کی صورت میں۔ تو believe me کہ آپ کے جتنے بھی ٹیچرز کے جو test ہوئے ہیں 10% to 15% through out آپ کے maths، competency level کی بات کر رہی ہوں، 10% to 15 % teachers وہ test clear کر پائے ہیں۔ اسکے علاوہ science میں اسی طرح 20% to 30%۔ اور جو اردو ہے اُس میں 60% ٹیچرز نے وہ test clear کیئے ہیں۔ تو یہاں ہم ٹیچرز کو قصور وار نہیں ٹھہرائیں گے کہ۔ They are responsible. Responsible the persons we are over sitting here. سے ایک curriculum ہے ہمارا ایک صوبے کا curriculum ہے جس کو آپ ہر سال، ہر ایک دہائی کے بعد revise کرتے ہیں۔ آپ ٹیچرز کی capacity building نہیں کرتے ہیں۔ ہمارے پاس انسٹیٹیوٹس BITE کی صورت میں ہے یا bureau کا جو staff ہے اُسکو ہم نے بالکل with out facilitation اُن کو ignore کیا ہے ایک salary پر رکھا ہوا ہے۔ We never think کہ conduct یعنی ایک opportunity اُن کو دی جائے۔ excel ہمارے پاس seminars آتے ہیں اُن میں اُنکولا یا جائے۔ جو پچیس سال سے ٹیچر ہے جو پہلے سے trend ہیں جنہوں نے پی ٹی سی کیا ہے بی ایڈ کیا ہے اسی curriculum کو آتے ہوئے چلتے ہیں جبکہ اس دوران کئی مرتبہ ہمارے curriculums تبدیل یا آتی رہیں۔ اسی طرح جو ٹیچرز ٹریننگ انسٹیٹیوٹ ہے اسکا کام تقریباً کافی عرصے سے رُکا ہوا ہے، سریاب میں یہ institute تعمیر ہونے جا رہا تھا but due to construction work کیونکہ میں نے پہلے ہی کہا کہ، The visible things we think that is development, that is not کہ وہ فنکشنل نہ ہوں۔ اُس انسٹیٹیوٹ کو construction-work کی مد میں ابھی روکا گیا ہے۔ تو here I request to CM کہ تھوڑا سا اُس institution کا جو کام رکا ہوا ہے فنڈز نہ ہونے کی وجہ سے اُسکو expedite کیا جائے کیونکہ BITE کے پاس شاید اتنی capacity نہ ہو کہ وہ Because through out Balochistan capacity building کر سکے۔ your students, your future depends on the teachers, primary school first آپ کا وہ ہوتا ہے جہاں بچے کو enrol کرتے ہیں۔ Were you are not

giving a child a friendly environment, so definitely he or she will leave the school. وہ اس اسکول جانے کو hesitate-feel کرے گا۔ تو childly ماحول کے لیے ہمیں ٹیچرز کو ایک دفعہ ٹریننگ دینا پڑے گی کہ وہ ground میں جا کے اُس بچے کو پڑھائیں۔ because۔ ہمارا جو province ہے that is very much scattered, that is not pretty like. ہماری ایک یونین کونسل دوسرے صوبوں کے ایک ڈسٹرکٹ کے برابر ہے۔ پنجاب کا ایک ڈسٹرکٹ آپ کی ایک یونین کونسل کے برابر آتا ہے۔ تو There is pity any differences between the other provinces and Balochistan, so that's why Balochistan is entirely different than other provinces. جو focus ہے تو تھوڑا سا جو institute ہے اسکے کام کو expedite کیا جائے۔ اور جو job opportunities کی بات ہم کر رہے ہیں، When ever you have accurate data, when ever you have accurate research and papers, then we can do betterment for the province. Thank you so much.

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ میڈم۔ اختر حسین لانگو صاحب بات کریں۔

میر اختر حسین لانگو:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر! آج قائد ایوان کی وجہ سے اس پی ایس ڈی پی پر بحث مؤخر ہو چکی ہے۔ جناب اسپیکر! اس میں بہت ساری چیزیں ایسی ہیں جن کو ہم نے revisit کرنا ہے، اور بہت ساری چیزیں ایسی ہیں کہ جن کو ہم نے کنٹرول کر کے اپنے جو محدود ہمارے وسائل ہیں، اُن کو صحیح معنوں میں بروئے کار لاسکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے تو میں اپنی بہن کی باتوں سے اتفاق کرتا ہوں کہ ہماری first priority education ہونی چاہیے۔ یہاں میں صرف کونٹہ شہر کی بات نہیں کروں گا یہ ہمارا capital ہے، اسکو تو ویسے بہتر ہونا چاہیے تھا لیکن ہماری ایجوکیشن کی حالت تو یہ ہے کہ ہمارے اس capital میں بھی ہمارے بہت سارے اسکول ہیں جو سینکڑوں میں ہیں جو اس وقت اس کونٹہ شہر میں بھی کرائے کی بلڈنگوں میں چل رہے ہیں۔ جب کرایہ نہیں ملتا تو وہ اسکول چھ مہینے بند رہتے ہیں، جب دوبارہ کرایہ start ہو جاتا ہے funds آجاتے ہیں تو پھر کوئی اور اسکول landlord کے ساتھ مسئلہ۔ اور ہمارے اس کونٹہ

شہر میں ایسے بھی ہمارے اسکولز ہیں، میں male کی بات نہیں کرتا، میں female کی طرف آتا ہوں کہ female ہمارے بہت سارے ایسے اسکول ہیں جہاں sanitation کا کوئی سسٹم نہیں، جہاں نہ اساتذہ کیلئے toilet ہے نہ بچیوں کے لیے۔ اس کوئٹہ شہر کے جو میٹرو پولیٹن کی حدود میں آتے ہیں ان اسکولوں کی بات کر رہا ہوں جو ڈسٹرکٹ کونسل کی حدود میں ہیں چلو پھر بھی دیہی اسکول کہلاتے ہیں ان کی حالت تو ناگفتہ بہ ہے۔ میں میٹرو پولیٹن کی حدود کے اسکولوں کی بات کر رہا ہوں۔ دو، دو کمروں میں تین، تین کمروں میں ہم نے ہائی اسکولز بنادیے ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دوں، اُس دن سیکرٹری ایجوکیشن صاحب بھی ہمارے ساتھ تھے کلی اسماعیل میں ہم نے ایک female ہائی اسکول کا visit کیا جس میں total four rooms ہیں۔ جن میں سے staff room or head miss use کر رہی ہے as a office، باقی تین کمروں کی بلڈنگ میں ہم ایک ہائی اسکول چلا رہے ہیں، اس capital میں رہتے ہوئے جو ہمارے صوبے کے ہیں اسی طرح سینکڑوں کی تعداد میں گزشتہ ادوار میں اسکول منظور کروائے گئے ان کی بلڈنگیں موجود ہیں، بلڈنگیں بنا کے ٹھیکیداروں کو تو ہم نے فائدہ پہنچا دیا ایکسٹین صاحب نے کمیشن کی شکل میں فائدہ اٹھا لیا وہ تمام کے تمام اسکول لوگوں کے بیٹھک کے طور پر استعمال ہو رہے ہیں۔ وہاں دو، دو بچے بھی نہیں ہیں نہ وہاں اساتذہ جاتے ہیں اور نہ وہاں کوئی proper اسکول چل رہے ہیں۔ ان کو ہمیں revisit کرنا چاہیے اور ان تمام اخراجات سے ہمیں اپنے پیسے بچا کے ہم نے اپنی health اور ایجوکیشن کے سسٹم کو ٹھیک کرنے پر کہ وہ پیسے ہم کو لگانے چاہئیں۔ ہمارے سپورٹس کی حالت یہ ہے کہ جو گزشتہ ہمارا بجٹ تھا، کوئٹہ ڈسٹرکٹ کو، اسکے سپورٹس کو promote کرنے کی مد میں جو ڈائریکٹر سپورٹس ہے اُنکو total چار یا پانچ لاکھ روپے دیے ہیں سال کے جس سے وہ سپورٹس کو promote کریں۔ اور قلات ڈسٹرکٹ سپورٹس آفیسر کا سالانہ فنڈ صرف 24 ہزار روپے ہے۔ اب 24 ہزار روپے سال کا اگر وہ سپورٹس پر خرچ کرتا ہے تو وہاں سپورٹس کی حالت اور اُس کی condition کیا ہوگی؟ اس پر ہمیں غور کرنا چاہیے۔ ہمارے ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر کے جتنے hospitals ہیں وہ تقریباً نہ ہونے کے برابر ہیں وہاں سے لوگ صرف تنخوائیں لیتے ہیں لیکن مریضوں کا پریشر یا ہمارے کوئٹہ کے hospitals پر ہے یا کراچی کی طرف لوگ رُخ کرتے ہیں ہمارے جو ڈسٹرکٹس کراچی سے نزدیک پڑتے ہیں تو وہ کراچی کی طرف جاتے ہیں اور جو ڈسٹرکٹس کوئٹہ کو نزدیک پڑتے ہیں وہ اپنا علاج معالجے کیلئے کوئٹہ آتے ہیں۔ سرکاری ہسپتالوں کی حالت تو یہ ہے کہ جب سول ہسپتال کے ٹراما سینٹر کو start کیا جا رہا تھا چیف جسٹس صاحب کو اس کی visit کرنی تھی ایک surprise visit تھی اچانک ان کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ وہ

visit کے لیے آرہے ہیں اس کے پیسے یہ لوگ کھا چکے تھے۔ تو اس ٹراما سینٹر کو start کرنے کے لیے انہوں نے کیا کیا کہ رات کو چوروں کی طرح شیخ زید hospital سے bed اور دوسرے سامان یہاں shift کر رہے تھے تاکہ یہ show کریں کہ ہم نے ٹراما سینٹر complete کیا ہے۔ جب ہمیں پتہ چلا بعد میں ہماری پارٹی کے دوست ہمارے ورکرز سارے ہم خود وہاں گئے اور ہم نے وہ سامان وہاں سے اٹھانے نہیں دیا، جس کے بعد مجبوراً انہوں نے اُس ٹھیکیدار کو جس کو payment کیا تھا، اُس سے وہ کر کے انہوں نے وہ سامان رکھوا دیا اور ٹراما سینٹر start کیا۔ جناب اسپیکر! یہاں اُس دن بھی میں نے یہ بات raise کی تھی کہ پچھلے دو ادوار میں کوئٹہ شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں ٹیوب ویلز لگائے گئے تھے۔ جس پانی کا رونا یہاں حمل صاحب بھی آتے ہیں گوادر کے حوالے سے روتے ہیں کہ وہاں پانی نہیں ہے ثناء بلوچ خاران کے حوالے سے روتے ہیں ہم کوئٹہ شہر کے حوالے سے روتے ہیں ملک نصیر اپنے سریاب کے حوالے سے روتے ہیں، آغا صاحب پشین کے حوالے سے لیکن حالت ہماری یہ ہے کہ کرپشن کا عالم ہمارا یہ ہے کہ یہاں کوئٹہ شہر میں سینکڑوں کی تعداد میں ٹیوب ویلز لگائے گئے، drilling ہوئی کیسنگ ڈالی گئیں اور اُن کو seal کر کے بند کر دیا گیا۔ عوام کے اربوں روپے ٹیکس کے پیسے ان ٹیوب ویلوں پر خرچ ہوئے لیکن عوام کو ان سے ایک گھونٹ پانی بھی نصیب نہیں ہوا۔ اگر ہم انہیں ٹیوب ویلوں کو energize کریں، انہیں ہم وقتی طور پر جیسے کہ کوئٹہ کا جو واٹر سپلائی پلان ہے، جب تک مانگی ڈیم، ہلک ڈیم یا دوسرے ہمارے جو source ہیں وہ develop ہوتے ہیں اُس وقت تک ہم کوئٹہ شہر کے اتنے بڑے مسئلے کو یہی ٹیوب ویلز جو چل رہے ہیں انہی کو فنکشنل کر کے اس مسئلے پر قابو پاسکتے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

اختر حسین لانگو صاحب! تھوڑا مختصر کر دیں۔

میر اختر حسین لانگو:

جی بالکل، جناب اسپیکر! یہ میری تجویز ہے میں قائد ایوان صاحب کی توجہ چاہوں گا کہ یہاں گزشتہ ادوار میں ہم اس بات کو prove بھی کر سکتے ہیں کہ ہمارے ڈیپارٹمنٹس کے درمیان کوآرڈینیشن نہیں ہے۔ کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں ہے۔ ایک ہی اسکیم کے لیے، میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اگر جناح روڈ کے لیے ہم نے BDA کو فنڈز ریلیز کیے تو اسی روڈ کے نام پر C&W بھی پیسے نکال رہا ہے QDA بھی نکال رہی ہے اور اسی جناح روڈ کے نام پر باقی ہمارے محکمے بھی لگے ہوئے ہیں۔ ایک روڈ کے لئے تین تین دفعہ payments لگی ہیں جو ایک دفعہ بھی نہیں بنی ہے۔ تو ان چیزوں کو جب بھی PSDP ہم بنانے جائیں تو

ہمارے پاس کوئی ٹیکنیکل سٹاف اُس میں ہو جو ہمارا ایک ٹیکنیکل ڈیپارٹمنٹ P&D میں بیٹھا ہوتا ہے ایک ایکسپین جونا فنکشنل ہے۔ تو یہ کم سے کم ہم چیک کر لیں کہ ہم ایک ہی اسکیم کے لیے چار چار مرتبہ چار چار محکموں کو تو پیسے نہیں دے رہے ہیں؟ آخر یہ اربوں روپے بلوچستان کے جو سالانہ خرچ ہو رہے ہیں اور ہمیں گراؤنڈ پر output کچھ بھی نظر نہیں آ رہا ہے۔ یہ کہیں نہ کہیں سے تو leakages ہیں جہاں سے ہمارے ٹیکس کا پیسہ ضائع ہو رہا ہے اسکو ہم نے کنٹرول کرنا ہے۔ شیخ زید ہسپتال کے حوالے سے جناب اسپیکر! یہ ہسپتال ہمارے کوئٹہ شہر کے بالکل entrance پر واقع ہے اور بہت پیاری بلڈنگ بنی ہوئی ہے اُس میں بہت اچھی facilities ہیں اگر ہم اُسکو develop کر دیں اگر اُس میں ہم ڈاکٹروں کو پابند کر لیں کہ وہاں اپنی ڈیوٹیوں پر جائیں اُنکے سٹاف کو ہم پابند کر لیں۔ اگر ہم اُسکو تھوڑا سا بھی support دے دیں تو میرے خیال سے جو ہمارا سول ہسپتال ہے یا بولان میڈیکل کالج کا جو ہسپتال (بی ایم سی) ہے ہم ان دونوں hospitals کے پریشر کو کم کر سکتے ہیں، اور جتنے ہمارے ٹراما کے cases آتے ہیں incidents کے ہیں یا دوسرے ہمارے جو incidents ہوتے رہتے ہیں تو ان کو ہم وہاں بہترین first aid دے سکتے ہیں بہ نسبت اس کے ہم ان کو کینٹ لے جائیں جیسے وکلاء کا ایک واقعہ ہوا تھا اُس میں جو blood donors تھے ہمارے وہ انٹری پاس لینے کے لیے گھنٹوں چیک پوسٹوں پر قطاروں میں کھڑے تھے۔ تو ان issues سے ہم بچ سکتے ہیں اور ہم اپنی قیمتی جانوں کو بھی بچا سکتے ہیں۔ جناب اسپیکر! دوسرا کوئٹہ شہر کے صفائی کے حوالے سے، میں قائد ایوان سے بھی یہ request کرتا ہوں کہ چونکہ ڈسٹرکٹ کونسل کے ساتھ وہ facilities نہیں ہیں یا تو اُنکو وہ تمام چیزیں اس PSDP میں ڈال کے ایک ہی دفعہ اُنکو facilitate کر لیں تاکہ وہ اپنے علاقے سے وہ کر لیں یا ان علاقوں کو میٹروپولیٹن کے حوالے کر دیں تاکہ اُن کی بھی کچھ بہتری ہو سکے کیونکہ ہمارا capital ہے اور ڈسٹرکٹ کونسل کے ہمارے وہ تمام علاقے اُس میں ہیں۔ ہمارے اس capital کا first impression بنتا ہے اگر آپ یہاں سے پشتون بیلٹ سے بھی داخل ہوتے ہیں تو وہ بھی ڈسٹرکٹ کونسل ہے وہ بھی برباد ہے اگر ہم سب روت سے بھی کوئٹہ شہر میں inter ہوتے ہیں تو first impression ہمارا ایسے پڑتا ہے کہ کچرے کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں سڑکیں ٹوٹی پھوٹی ہوئی ہیں facilities نہ ہونے برابر ہیں کھنڈر کا سماں ہے۔ تو ہم اپنے اس شہر کے first impression کو بھی بہتر بنا سکتے ہیں۔ بہت شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب قائم مقام اسپیکر: شکریہ اختر حسین لانگو صاحب۔ جی نصر اللہ خان صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے:

جناب اسپیکر! یہ رولز follow کرنے چاہئیں آپ نے ابھی کہا کہ پشتو میں تقریر نہیں ہوگی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کے rules of business کی violation ہے۔ just a minute اگر آپ مجھے دے دیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

زیرے صاحب! اس کے لیے اجازت لینا پڑتی ہے اسپیکر سے پوچھنا پڑتا ہے۔ جی۔

جناب نصر اللہ خان زیرے:

جناب اسپیکر! اگر آپ سن لیں میں پڑھ کے سنا تا ہوں 215 میں ہے آپ کے قواعد انضباط کا نمبر 1۔ اراکین عام طور پر اسمبلی سے اردو میں خطاب کریں گے۔ لیکن کوئی رکن جو اردو میں اپنا مافی الضمیر تسلی بخش طور پر ادا نہ کر سکے۔ تو اسپیکر کی اجازت سے انگریزی یا اپنی مادری زبان میں خطاب کر سکتا ہے۔ جی مگر آپ نے یہ الفاظ کہے کہ اس کے لیے آپ پہلے لکھ کر دینگے۔ جناب! لکھنے کی بات نہیں ہے آپ اجازت دے دیں ایک بندہ اپنا مافی الضمیر بیان نہیں کر سکتا۔ لہذا آپ کے الفاظ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹھیک نہیں آرہے تھے کہ پشتو میں آپ کو تقریر کی اجازت نہیں دے سکتے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

میں نے کہا وہ permission لے لیں، پھر چاہے وہ پشتو، بلوچی میں بات کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے:

نہیں permission کی بات نہیں ہے۔ آپ ابھی بیٹھ کر کے permission دے سکتے ہیں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

ٹھیک ہے آپ بیٹھیں۔ جی مٹھا خان۔

جناب مٹھا خان کا کڑ (مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ لائیو اسٹاک و ڈیری ڈویلپمنٹ):

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! میں دو منٹ میں ختم کروں گا۔ CM صاحب سے بھی request ہے اگر میری بات غور سے سنیں۔ جناب اسپیکر! جب پاکستان بنا، اُس وقت سے ہمارے ثوب میں دو ہائی اسکول ہیں۔ میں ایک سیدھی مثال پیش کرتا ہوں کہ اُس وقت ہمارے خاندان کے ٹوٹل 6 بندے تھے۔ اس وقت وہ 2 سو سے زیادہ ہیں۔ آپ سوچیں ثوب میں ابھی کتنے اسکول کی ضرورت ہے۔ جب پاکستان

بنائے دوہائی اسکول بنے تھے اور ابھی ہمارے کچھ مڈل اسکولوں کو ہائی کا درجہ دیا گیا ہے۔ ہمارے لوگوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے سارے تو پرائیویٹ اسکولوں میں نہیں پڑھتے غریب علاقہ ہے اُن کو اتنی توفیق نہیں کہ وہ پرائیویٹ اسکولوں کی فیس ادا کر سکیں۔ اور ہمارے کہیں 20 ہزار ووٹرز ہیں کہیں 10 ہزار کہیں 12 ہزار ووٹرز ہیں وہاں کوئی تعلیمی نظام نہیں ہے۔ CM صاحب! اگر یہ بات آپ غور سے سنیں یہ بہت ضروری بات ہے۔ اگر وہ لوگ اسکول نہ جائیں یعنی اُدھر آپ سو اسکول بھی بنالیں اُدھر وہ لوگ اسکول نہیں پڑھ سکتے۔ اُن کے لیے ایک چیز کی ضرورت ہے، ایک بڑا خوبصورت اسکول بنانا ہے اور ساتھ ایک ہاسٹل بنانا ہے اور اس میں ہر چیز موجود ہونی چاہے تاکہ ہر گھر سے ایک ایک دو دو بچے آکر اُدھر پڑھیں۔ اگر اُن کو تعلیم نہ دیں گے یعنی 45 ہزار ووٹرز ہیں اگر وہ تعلیم حاصل نہ کریں آپ سوچیں 50 سال بعد یہ لوگ کیا کریں گے؟ کیا یہ سارے دہشتگرد نہیں بنیں گے؟ ہمارے جو صحرا کے لوگ ہیں اُنکے لیے جام صاحب سے درخواست ہے کہ ہمیں دو اسکول دیں اُن میں ہاسٹل بھی ہوں تاکہ وہ لوگ پڑھ سکیں اور اُنکا مستقبل روشن ہو جائیں۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ مٹھا خان صاحب! آپ نے اچھی بات کی اپنے علاقے کے متعلق۔ جی ملک صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ:

جناب اسپیکر! ہم کافی عرصے سے اس PSDP پر بحث کر رہے ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ آج بھی اس وقت بھی ہم بیٹھے ہیں۔ کوئی ایسا conclusion نہیں آیا کہ PSDP کو کیسے مرتب کیا جائے؟ جبکہ یہ اکتوبر کا مہینہ ہے اور یہی مہینہ ہے یا نومبر، اُسکے بعد slack season آجائے گا۔ پھر مارچ کے بعد دوبارہ کام شروع ہو گا۔ اس طرح یہ پیسے سارے رہ جائیں گے۔ جس طرح پچھلے دور میں اربوں روپے lapse ہوتے رہے ہیں۔ میں تو یہ عرض کروں گا کہ ہم نے لیڈر آف ہاؤس سے اپوزیشن کے ساتھیوں نے ملاقات کی اور تفصیل سے اُنکے سامنے یہ ساری suggestions اور situations رکھیں۔ یہاں ابھی لیڈر آف ہاؤس نے ہماری ساری suggestions وغیرہ نوٹ کر لیئے۔ اور اس سے پہلے بھی ہم یہاں اس سلسلے میں بات کر چکے ہیں۔ میں ایک تو یہ گزارش کروں گا جیسے کہ debate میں یہ بات آرہی ہے تعلیم فرسٹ ہیلتھ سیکنڈ اور پانی تھرڈ۔ اب ہونا تو یہ چاہئے کہ اس وقت ہمارے پاس پوری تصویر آتی کہ ہیلتھ میں کہاں کس علاقے میں کس طریقے سے اور ایجوکیشن میں کہاں کس طریقے سے کوئٹہ شہر اور گردونواح جو B-area کے علاقے ہیں۔ اُن میں کیا ہونا چاہئے ایجوکیشن کی وہ ساری تفصیل ہم نے لیڈر آف ہاؤس کے سامنے رکھی ہے کہ

اسکولوں کی صورتحال ہے اور ہیلتھ سے متعلق اب جو باہر کی یونین کونسلز ہیں 52-51-50-49 یہ آگے onwards- سریاب کے علاقے میں وہاں hospital نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر hospital اس PSDP میں آجاتے ہیں اس طریقے سے تو ایک ہیلتھ کی طرف بھلائی کا سلسلہ شروع ہوتا۔ اور اسی طرح کالجز ہیں۔ وہ اگر شہر کے اندر ایک آدھ ہیں وہ اپنی جگہ پر۔ لیکن کالجز کی ضرورت ہے جتنے بھی populated-areas ہیں وہ اُس حوالے سے اُن کا تعین ہو کہ یہ جو جتنے بھی باہر کے populated areas ہیں وہاں کالجز۔ اور پانی کا بھی اُس پر بھی کافی debate ہوئی ہے۔ چلو ایک بات تو اُس کی اچھی رہی ہے کہ وہ resolution defer ہے۔ تو ایک اور میں گزارش کروں گا کہ ہمارے انتہائی معزز ساتھی نے ایک point اٹھایا سی پیک کے حوالے سے۔ کہ ہماری نمائندگی سی پیک کی ہر proceedings میں ہونی چاہئے یہ انتہائی ضروری ہے جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے میں یہ عرض کروں گا۔ لیڈر آف ہاؤس اس کو immediately initiate کریں کہ سی پیک سے متعلق جو بھی بات ہوتی ہے جو بھی فیصلہ ہوتا ہے۔ اُس میں ہمارے لیڈر آف ہاؤس شامل ہوں اور اُنکے دستخط سے finalize ہو جائیں۔ ایک دوسری گزارش کروں گا کہ ہم یہاں آتے ہیں ایک تو وقت کا بھی یہاں خیال نہیں رکھا جاتا۔ 10 بجے اجلاس کا وقت ہوتا ہے 11 بجے وہ شروع ہوتا ہے۔ تو اس سے کئی لوگوں کو تکلیف بھی اس حوالے سے ہوتی ہے کچھ اپنے time پر آجاتے ہیں کچھ نہیں آتے تو یہ جناب اسپیکر! میں آپ سے عرض کروں گا کہ اس کو اس کے decorum کو maintain کریں گے۔ ساتھیوں کو اس حوالے سے کہیں گے جو time ہے، دنیا میں ہمیشہ سب کچھ time پر ہوتا ہے۔ اور کوئی چیز time سے گزر جائے اُس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ دوسری جو میں گزارش کروں گا اپنے معزز اراکین سے آپ کے توسط سے کہ یہاں issue تھا PSDP پر یا جو بھی جہاں بھی بات ہوتی ہے لیکن یہاں irrelevant بحث شروع ہو جاتی ہے دنیا جہاں کی کہانیاں یہاں آجاتی ہیں تقریر ہوتی ہے جلسوں کی مانند یہ سلسلہ ختم ہونا چاہئے اگر آپ نے کام کرنا ہے یا کوئی conclusion نکلنا ہے یا کسی فیصلے پر آپ نے پہنچنا ہے تو ہونا یہ چاہئے کہ جو شخص جو issue زیر بحث آئے، صرف ایسے issue سے اپنے آپ کو concern رکھیں۔ issue سے ہٹ کر جائے گا۔ ٹھیک ہے تقریریں اچھی ہو جائیں گی سب کچھ ہوگا۔ لیکن اُس کا جو یہاں سے result ہمیں چاہئے وہ نہیں ہوگا۔ تو یہ میری گزارش ہے کہ PSDP میں یہ ساری چیزیں آجانی چاہئیں۔ ہم تو اپنی تحریریں وہ بھی دے دیں گے۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ یہ ساری discussion ہم نے اس سے پہلے کی ہے اور میرے خیال میں وہی کافی ہوگی جو ہم نے لیڈر آف ہاؤس کے ساتھ اپوزیشن کے

ساتھیوں نے مل کر اُنکے سامنے اپنی باتیں رکھی تھیں۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ ملک صاحب۔ جی دنیش کمار صاحب! مختصر الفاظ میں۔ اُس کے بعد پھر ثناء بلوچ صاحب۔

جناب دنیش کمار:

بہت بہت شکر یہ جناب اسپیکر! مجھے آپ نے مائیک دیا۔ جناب اسپیکر! میں آج ایک اہم بات کرنے جا رہا ہوں اور میں یہ پوچھنا چاہ رہا ہوں۔ کیا بات ہے کہ گزشتہ 6 سالوں سے ہمارے بلوچستان کا PSDP بھر ممنوع بنا ہوا ہے آپ مجھے یہ بتائیں کہ کبھی پنجاب کا، سندھ کا یا خیبر پختونخوا کا اس طرح عدلیہ میں چیئنج ہوا ہوا اور وہاں اس کے اوپر stay order آیا ہو۔ ہم تو اُن سے کوئی استفادہ نہیں کرتے ہم دیکھیں کہ وہ کس طرح بناتے ہیں تاکہ یہ چیز ختم کی جاسکے۔ PSDP بنانا کوئی سائنسی راکٹ نہیں ہے۔ اس پوری book میں total چار ہزار 7 سو 28 اسکیمیں ہیں۔ جس میں ongoing بھی ہیں اور new اسکیمیں بھی ہیں۔ یہ بنانا کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے مگر میں ایک انکشاف کرنے جا رہا ہوں کہ ایک منظم گروہ ہے جس میں ہمارے چند سیاسی لوگ جس میں بیورو کریٹس اور کچھ اور لوگ ملوث ہیں جو نہیں چاہتے کہ بلوچستان کی ترقی ہو اور وہ ہمیشہ جس دن PSDP اس اسمبلی سے پاس ہوتا ہے اگلے دن وہ عدالت میں پہنچ جاتے ہیں وہ کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں ان بلیک میلروں کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں آج جام صاحب قائد ایوان کو بتا دینا چاہتا ہوں، اور یہ آج کی تاریخ میں آپ نوٹ کر لیں۔ یہ بلیک میلر حضرات پھر دوبارہ جب ہم اس PSDP کو review کریں گے اور یہاں سے منظور کرائیں گے یہ دوبارہ عدالت میں جائیں گے۔ تو جناب! ہم کیوں نہ اس کا راستہ روکیں، ہمارے پاس راجہ پرویز اشرف کیس میں واضح سپریم کورٹ کا ایک حکم ہے اُس پر ہم عملدرآمد کریں۔ ہمارے پاس ہائی کورٹ کی guideline ہے، ہم اُس پر عملدرآمد کر کے اُن کا راستہ روک دیں تاکہ وہ اس بلیک میلنگ میں نہ آئیں۔ اور ہم پر یہ لازم نہ لگے کہ بلوچستان کا بجٹ ہمیشہ lapse ہوتا ہے۔ اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں capability نہیں ہے۔ مگر یہ صرف اور صرف سازشی عناصر کی وجہ سے آتا ہے۔ جن کو ہم نے اور اپوزیشن نے مل کر ناکام بنانا ہے۔ thank you جناب اسپیکر۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ دنیش کمار آپ نے اچھی بات کی۔ ثناء اللہ بلوچ میرے خیال سے اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔

جی احمد نواز بلوچ صاحب! مختصر بات کریں۔

جناب احمد نواز بلوچ:

شکریہ جناب اسپیکر صاحب! دوستوں نے مختلف issues پر کافی بحث کی ہے میں قائد ایوان اور اُنکی ٹیم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ وہ مکران کا دورہ کر کے آئے ہیں۔ جناب اسپیکر! اس سے پہلے کہ میں پورے بلوچستان پر تھوڑی نظر ڈالوں، ہمارے دوستوں نے جن جن points کو raise کیا ہے اُن کی میں تائید کرتا ہوں کہ ہر ایک نے اپنے علاقے کے مسئلے پیش کیے وہ سب وہاں کی ضرورتیں ہیں۔ بلوچستان میں جو تعلیم کی حالت ہے موجودہ، اُس پر جتنی بحث کی جائے کم ہے۔ اُس پر تو ہم اپنے ثناء بلوچ اور اُس کی جو ٹیم ہے وہ کام کر رہی ہے۔ جیسا کہ اختر حسین نے کہا کہ شیخ زید ہسپتال، یہ ایک ایسا ہسپتال ہے میں تو یہ کہوں گا کہ گزشتہ دس پندرہ سالوں سے یہ لاوارث جیسا کہ کھیران صاحب نے کہا کہ تربت میں ایک ہسپتال ہے اُس میں ایک کرسی تک نہیں ہے۔ مگر یہاں تو سب کچھ ہے۔ یہاں مشینری ہے یہاں وہ آلات ہیں کہ ہمارے صوبے میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ اگر ہم اُن کو یا ہماری جو ٹیم قائد ایوان کے ساتھ ہے وہ ایک visit کریں وہاں کا۔ شیخ زید ہسپتال رو رہا ہے کہ آؤ مجھے دیکھو۔ میرا خیال ہم کبھی بار وہاں گئے ہیں وہاں روزانہ اوپنی ڈی 1200 ہے۔ مگر وہاں operate کوئی نہیں ہوتا کیونکہ وہاں ٹینجنگ ہاسپٹل نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر ہم اُس کو ٹینجنگ ہاسپٹل بنائیں ہمارے جو فارغ التحصیل طلباء و طالبات ہیں وہ اگر وہاں ہاؤس جاب کریں تب جا کر وہ ہاسپٹل ایک فنکشنل ہاسپٹل اور ایک اچھا ہسپتال بنے گا۔ جس سے ہمارے کوئٹہ کے سول ہسپتال اور بی ایم سی ہسپتال پر پریشر کم پڑے گا۔ اس کے علاوہ جب بھی میں اُٹھتا ہوں تو مجھے پینے کا پانی یاد آ جاتا ہے۔ جیسا کہ گوادر میں پینے کے پانی کا مسئلہ ہے۔ ہمارے سریاب میں even پورے کوئٹہ میں پینے کے پانی کا زیادہ مسئلہ ہے۔ اگر اس کیلئے ایک اچھا پلان جو گزشتہ ادوار میں جتنے بھی فنڈز ضائع ہوئے، اُن کی تحقیقات کریں کہ جتنے بھی پراجیکٹ کے through پائپیں ڈالی گئی ہیں یا اُن میں reservoirs بنائیں اُن کی تحقیقات کرائی جائے۔ تاکہ ہمارے پینے کے پانی کا مسئلہ حل ہو جائے۔ اُس کے علاوہ اسکولوں کی یہ حالت ہے کہ ہمارے ہاں ابھی تک ٹاٹ کچر ہے وہ بھی کوئٹہ جو کہ بلوچستان کا دار الحکومت ہے۔ جیسا کہ اختر حسین نے کہا کہ گرلز ہائی اسکول کلی اسماعیل کو پانچ کمروں سے چلایا جا رہا ہے۔ تو میں آپ کو ایسے سینکڑوں اسکول کوئٹہ میں دکھا دوں جو کہ ابھی تک رینٹ پر ہیں ان پر گورنمنٹ کی طرف سے کوئی توجہ نہیں ہے۔ آج کل جو ہیڈ ماسٹر کے through اُسکو repair کیا جاتا ہے۔ اور ان کو اتنے فنڈز دیئے جاتے ہیں کہ جس سے وہ ڈیسک اور کرسیوں کی repair نہیں کر سکتے۔ کوئٹہ کے علاوہ ہمارے دیہی علاقوں میں سولہ سولہ گھنٹے بجلی نہیں ہے۔ اگر بجلی ہے اسکی

دو لیٹج اتنی ہے کہ ہمارے ٹیوب ویلز ہیں یا ہمارے offices ہیں، وہ بھی اُن سے مستفید نہیں ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ صفائی کی یہ حالت ہے کہ ہمارے میٹر پولیٹن یا اسکے علاوہ ہمارے غیر سرکاری ادارے کو کوئٹہ میں 7 ارب روپے صفائی کی مد میں دیئے گئے ہیں جس کو BRSP کہتے ہیں اسکی بھی تحقیقات کرائی جائے ہمارے نوٹس میں ہے اگر گورنمنٹ بھی اس پر نوٹس لے کہ یہ سات ارب کہاں چلے گئے۔ تو چیف منسٹر صاحب سے گزارش ہے اسکے لئے بھی ایک کمیٹی بنائی جائے۔ کلی سعادت کے نام سے ہماری ایک یونین کونسل ہے جس کو کافی عرصہ ہوا ہے اُس میں ایک بھی ہائی سکول نہیں ہے جب سے پاکستان بنا ہے آج تک ایک ہائی سکول نہیں ہے۔ تو میں آپ کے توسط سے CM صاحب سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمارے ان علاقوں کے لئے ہائی سکولز کی منظوری دی جائے۔ میں آپ سب کا شکریہ ادا کرتا ہوں باقی باتیں ہم نثار بلوچ کیلئے چھوڑتے ہیں وہ آپ کو تفصیل سے بتائیں گے۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ احمد نواز صاحب۔ جی نثار بلوچ صاحب۔

جناب نثار اللہ بلوچ:

شکریہ جناب اسپیکر! اَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر! ہم نے پی ایس ڈی پی کے حوالے سے بحث کا آغاز کیا بلکہ اس اجلاس کی جو ریکورڈیشن ہوئی تھی۔ اجلاس کو بلانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ پی ایس ڈی پی پر ایک تفصیلی اور مفصل بات ہو۔ سب سے پہلے ہمارے ایک His-Excellency آئے ہیں۔

I welcome to His-Excellency, French Council General of the France on behalf of Balochistan Provincial and particularly on behalf of Members of the Opposition.

جناب اسپیکر! ملک صاحب نے آخر میں بڑی خوبصورت بات کی کہ اگر ہم rule of business کے تحت جو بھی ایجنڈا طے ہو اُس کے تحت، کیونکہ جس جگہ پر ہم نے چھوڑا تھا اُسکے بعد فیصلہ یہی ہوا تھا کہ 70 سالوں میں چاہے بلوچستان کا بجٹ 6 کروڑ سے لے کر بالخصوص 2002ء اور 2003ء میں سات ارب روپے تھا، اور آج بلوچستان کا پی ایس ڈی پی 80 ارب روپے کا ہے۔ لیکن ان تمام پیسوں کے باوجود بلوچستان میں غربت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ان تمام پیسوں کے باوجود بلوچستان کی شرح تعلیم Literacy rate وہ بہتر نہیں

ہورہی ہے۔ ان تمام پیسوں اور دولت کے باوجود بلوچستان میں بیروزگاری بڑھ رہی ہے۔ ان تمام وسائل کے باوجود پانی کارونارویا جارہا ہے۔ سڑک کارونارویا جارہا ہے۔ سکول کارونارویا جارہا ہے۔ اور ہسپتال کارونارویا جارہا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ کہیں پر کوئی خامی ہے۔ بات یہ نہیں ہے کہ کسی کے علاقے میں پیسے نہیں گئے۔ جام صاحب! تھوڑی سی آپ کی توجہ چاہیں گے، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ پیسے نہیں گئے۔ بات یہ ہے کہ جس دن ہم نے پی ایس ڈی پی سے related گفتگو اور مجلس شروع کی تھی، اسکا مقصد یہ تھا کہ ہمارے سسٹم میں کچھ structural-flaw ہے۔ ہماری ترقیاتی عمل جس کو ہم کہتے ڈویلپمنٹ کا جو process ہے اس کی ساخت میں کچھ خامیاں ہیں۔ اس کے طریقہ کار میں خامیاں ہیں۔ اس کی جو سمت ہے۔ ہماری جو بھی Constitutional ہے، ہمارے legal instruments ہیں، ہماری پلاننگ اور پالیسی کے documents ہیں یا ہمارا جو vision ہے اس کے مترادف نہیں ہیں۔ یا اس سے ہم آہنگ نہیں ہیں۔ جام صاحب! اگر آپ کے پاس constitution کی کاپی پڑی ہو۔ Principle of Policy یعنی دیکھیں یہ بات خاران، کوئٹہ، قلات، مستونگ یا تربت اور مکران کی نہیں ہے۔ بات پشتو اور بلوچی کی نہیں ہے۔ اس صوبہ میں رہنے والا ہر شخص جس کا تعلق کسی بھی رنگ، مذہب، نسل یا جس قسم کی اسکی حیثیت سے ہے، وہ ہمارا فرزند ہے۔ آج خُداوند تبارک و تعالیٰ نے جو ہمیں ذمہ داری دی ہے ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ بہت کم لوگوں کو یہ نصیب ہوتی ہے کہ وہ اپنی قوموں کی راہنمائی کریں۔ آج اگر بلوچستان میں کوئی بھی بچہ پیاسا اور بھوکا رہتا ہے اسکا گناہ ہمارے سر ہے۔ کوئی نوجوان بیروزگاری کے ہاتھوں اپنی ڈگریاں جلاتا ہے یا خودکشی کرتا ہے، تو ہم نے ایک collective nature کے ہمارے مسائل ہیں۔ گوکہ ہمارے حلقے الگ ہیں۔ ہمارے تعلقات لوگوں کے ساتھ ہیں، انہوں نے ہمیں ووٹ دیئے ہیں۔ لیکن جب تک بلوچستان کے اندر آپ ڈویلپمنٹ ڈائریکشن، اپنے ترقی کے اہداف کو درست سمت پر نہیں رکھیں گے، آپ کو 80 ارب کی بجائے ہم آپ کو 800 ارب روپے بھی دیں تو بلوچستان آگے نہیں بڑھ سکتا۔ اسکی ایک وجہ ہے جناب والا! آپ Principle of Policy جو Constitution کے اندر Chapter 2 ہے۔ اسکا آرٹیکل 37 پڑھیں ہماری تقریروں کی ضرورت نہیں۔ اس سے پہلے بھی تقریروں کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اگر ہمارے بابو اور ہمارے سیاسی راہنما آرٹیکل 37 کو اٹھالیں اور شروع ہی آرٹیکل 37 سے کرتے ہیں۔ مملکت یعنی ریاست، مملکت میں معاشرتی انصاف کا فروغ اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ۔ جناب والا! اسکے کافی سب سیکشنز ہیں ان میں یہی دیا گیا ہے کہ پسماندہ طبقات یا علاقوں کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو خصوصی توجہ کے ساتھ فروغ دیں۔

پھر constitution کا آرٹیکل 38 ہے جو especially social justice and welfare کے متعلق ہے۔ یعنی اُردو میں معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود، آرٹیکل 38، عام آدمی کے معیار زندگی کو بلند کر کے دولت اور وسائل، پیداوار کی تقسیم، چند اشخاص کے ہاتھوں میں اس طرح جمع ہونے سے روک کر، اس سے مفاد عامہ کو نقصان نہ پہنچے۔ میں تفصیل سے نہیں پڑھوں گا کافی لمبا آرٹیکل ہے۔ اُسکے سب سیکشنز ہیں۔ جام صاحب! اگر ہمارا پی ایس ڈی پی بنا ہے، اگر وہ یہ دو سیکشن ہم سامنے رکھیں۔ آپ SDG's کو سامنے رکھیں۔ آپ 2020-2025ء کو سامنے رکھیں۔ جو خود حکومت پاکستان کا بنایا ہوا ہے۔ جو بھی دنیا کے اندر best practices ہیں development manuals ہیں اُنکو آپ سامنے رکھیں شاید بلوچستان میں پی ایس ڈی پی خود بخود راستے پر آئیگا بے انصافی نہیں ہوگی۔ مسئلہ ہمارے پاس کیا ہے جام صاحب! ہمارے ہاں Public expenditure management کا issue ہے۔ بلوچستان کے اندر جو Public expenditure ہے اُسکی management کا issue ہے۔ آپ 8 ارب روپے میں بھی خوشحالی لاسکتے ہیں۔ یہاں مسئلہ یہ نہیں ہے کہ نیتیں خراب ہیں یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں یہ پتہ نہیں ہے کہ ہم نے کراچی جانا ہے یا لاہور جانا ہے ہم نے کابل جانا ہے یا کسی اور شہر کی طرف رُخ کرنا ہے۔ اگر ہم نے ترقی حاصل کرنی ہے تو ہم نے جو public expenditure management جو دنیا کے اندر best practices ہیں اُنکو مد نظر رکھنا ہوگا۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں جام صاحب! خامی کہاں سے ہو رہی ہے؟ یہ ایک تکلیف دہ بات ہے۔ ہمارے ماتھے پر ایک کلنک ہے کہ بلوچستان میں پچھلے ادوار میں تعلیمی ایمر جنسی، ایجوکیشن ایمر جنسی کا نفاذ ہوا۔ اور اسکے باوجود ابھی recently جو بھی شماریات موجود ہیں اُنکے مطابق بلوچستان میں شرح تعلیم میں 4% کی مزید کمی ہوئی ہے۔ یعنی آپ نے 70، 80 فیصد ڈیولپمنٹ بجٹ ایجوکیشن کیلئے مختص کی ہے۔ دس ہزار لیپ ٹاپس بچوں کو دینے کا آپ نے اعلان کیا ہے۔ problem یہ تھا کیونکہ پیسے خرچ کرنے ہیں۔ لیپ ٹاپس کی جو requirements ہیں وہ جلدی ہوگی اُسکا کمیشن جلدی ہوگا۔ so that way دس ہزار لیپ ٹاپس خریدنے ہیں۔ آپ ایسے بچے پیدا کریں، ایسی نسلیں تیار کریں جو دوسری قوموں کیلئے لیپ ٹاپس بنائیں۔ لیپ ٹاپس دینے سے جس اسکول میں جہاں بلوچستان میں اساتذہ نہ ہوں، جہاں بلوچستان میں پڑھنے کیلئے کتابیں نہ ہوں، جہاں آپ کے پچاس فیصد سے زیادہ سکول بغیر چھت کے ہوں۔ جہاں بچے ننگے پاؤں سکول جاتے ہوں۔ وہاں حکومت کی جو ڈیولپمنٹ priorities ہیں وہ یہ ہیں۔ اسکو کہتے ہیں فنانشل آپکا مینجمنٹ۔ اب میں جناب والا! پی ایس ڈی پی کے حوالے سے آپ سے یہ گزارش نہیں

کروں گا۔ میرا علاقہ بھی در بدر ہے، سارے علاقوں میں مسائل ہیں۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں انصاف ہو؟ کیا آپ چاہتے ہیں کہ بلوچستان میں Principle of Policy, Chapter-2 آرٹیکل 37 اور 38 کے تحت پورے بلوچستان میں بغیر کسی رنگ و نسل کے، بلا تفریق بلوچستان کی دولت ہر غریب کے گھرانے تک پہنچ جائے۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہرنچے کو سکول میسر ہو۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہرنچے کو استاد میسر ہو۔ آپ چاہتے ہیں کہ ہر مریض کیلئے ایک ڈاکٹر اور ادویات ہسپتالوں میں میسر ہوں۔ ایک دو ہسپتال کی بات بھی نہیں کرنا۔ ہم یہاں بیٹھے ہیں، ہمیں خُداوند تبارک تعالیٰ نے ذمہ داری دی ہے صوبے کو بلوچستان کو اس اندھیرے سے نکالنا ہے۔ اور یہ اندھیرا صرف بلوچستان میں نہیں ہے۔ یہ ہمارے ماتھے پر ایک کلنگ ہے۔ یہ بات اسد صاحب نے کی 2003, 2004ء کے بعد بلوچستان کی کمیٹیاں بنیں۔ بلوچستان کی well head price gas کی قیمتیں وہ بڑی جدوجہد کے بعد ہم نے بڑھا بھی دی ہیں۔ بلوچستان کو 7, 8 billion کی بجائے 200 سے 250 ارب ملنے بھی لگے۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ کوئی ان کتابوں، قوانین وہاں بھی تھے جو طاقور تھا، دس ارب روپے اپنی constituency میں لے گیا۔ کوئی پانچ ارب لے گیا۔ کوئی چھ ارب سڑکوں کیلئے لے گیا۔ کوئی بیس ارب، پتہ نہیں کسی اور منصوبے کیلئے لے گیا۔ اور اس طرح یہ پیسہ یہ دولت جو بلوچستان کے عوام کی ملکیت ہے یہ عوام تک پہنچ نہیں پائی۔ میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال، اب اس کیلئے اور تفصیل نہیں دوں گا۔ کیونکہ بیٹھ کے اس پر debate ہوگی۔ جناب والا! سب سے پہلے یہ ہے کہ ہماری جو ساخت ہے جو structure flaw ہے وہ ہے پی اینڈ ڈی کا ڈیپارٹمنٹ۔ پنجاب نے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ڈیپارٹمنٹ کی بجائے پُرانے، بوسیدہ، تنگ نظر ذہن رکھنے والے بابوؤں کی جگہ پر پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا ایک بورڈ بنایا۔ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا بورڈ، مارکیٹ میں جتنے بھی قابل لوگ ہیں، ہیلتھ سیکٹر میں، ایجوکیشن میں، water and sanitation میں، اریکیشن میں، ایگریکلچر میں، لائیو اسٹاک میں، even Resource Development میں۔ دُنیا کے اچھے اچھے لوگ دو سال، چار سال کیلئے لے آتے ہیں اور پھر اُن سے کہتے ہیں کہ ہماری بیماری یہ ہے۔ بلوچستان کی چند سماجی بیماریاں ہیں۔ تعلیم کی کمی ہے یہ سماجی بیماری ہے۔ بلوچستان میں اگر 60% لوگ ہیپاٹائٹس کے مرض کا شکار ہیں، یہ water and sanitation اچھے صاف ستھرے پانی نہ ہونے کی بدولت ہیں۔ بلوچستان میں آپکو ہیلتھ کے سیکٹر میں پیسہ کم دینا پڑے گا۔ اگر لوگوں کو صاف پانی مہیا کریں۔ آپ لوگوں کو گندہ پانی پینے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسلئے آپکی ہیلتھ کا بجٹ بڑھ جاتا ہے۔ یہ ایک شیطانی چکر ہے آپ لوگوں کو جب پھنساتے ہیں اُس میں تو پھر

آپ کا expenditure جو سوشل سیکٹر میں ہونا چاہئے سوشل benefits کیلئے، وہ divert ہو جاتے ہیں، کسی اور طریقے سے۔ تو کہنے کا مقصد یہ ہے کہ پنجاب نے بورڈ بنا لیا انہوں نے اپنے تھوڑے سے development directions set کر لیے۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ ہر سال چھ مہینے بعد جس طرح آغا صاحب نے کہا کہ اپنی بیماری، اپنا آپریشن، اپنی چیزیں چھوڑ کر ہم یہاں انتظار میں بیٹھے رہے، پی اینڈ ڈی کی میٹریاں نیچے اوپر چڑھتے رہے کہ ہر چھ مہینے کے بعد ہم نے نئی اسکیمیں دینی ہیں۔ ایک کلومیٹر، ڈیڑھ کلومیٹر، ایک واٹر سپلائی اسکیم، دو واٹر سپلائی اسکیم۔ میں چاہتا ہوں کہ بلوچستان اس پورے خطے میں ایک منفرد، ایک organized، ایک financially اور economically well-managed طور پر جانا جائے۔ ہم پر کوئی یہ الزام نہ لگائے کہ یہاں سردار، نواب آپ کے پیسے آپ کے غریبوں تک پہنچنے نہیں دیتے۔ حالانکہ کسی سردار اور نواب نے نہیں روکا ہے۔ یہ system structure ہے آپ کو پہلے جانا ہوگا immediately آپکے جو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کا جو structure ہے، ہیئت ہے، اسمیں سے سارے پُرانے لوگوں کو نکالنا ہوگا۔ جن لوگوں کی وجہ سے بلوچستان میں غربت بڑھی ہے۔ کوئی تو ہے جس کا الزام جس کے سر ہمیں یہ الزام دینا ہوگا۔ اسکے علاوہ جناب والا! میں آپکو ایک تجویز دیتا ہوں کہ commitment لیں ہم اس چیز کیلئے حاضر ہیں جو بھی پی ایس ڈی پی ہے۔ ملک صاحب نے کہا کہ وہ پانچ، چھ مہینے میں شاید lapse ہو جائیں۔ slack-season آجائے گا۔ اس تھوڑے سے behavior سے long term planning and development پر آئیں۔ میں نے کچھ دفعہ بھی مثال دی "Ghana" کی۔ میں نے انکی constitutional re-process کو help کیا۔ Serelone وہاں تیس تیس سال کیلئے پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ ہوتی ہے تیس سالوں کیلئے منصوبے بنتے ہیں اور ایسے منصوبے بنتے ہیں جن کو کوئی اسمبلی بھی تبدیل نہیں کر سکتی کوئی کورٹ میں بھی change نہیں کر سکتا۔ ان کو کوئی ایک پولیٹیکل پارٹی اگر اقتدار میں آتی ہے دوسری پولیٹیکل پارٹی چلی جاتی ہے وہ پولیٹیکل پارٹی انکو change نہیں کر سکتی۔ کیونکہ اگر ہم نے کوئی ترقی کا معیار بنانا ہے قابل، لائق لوگوں کے ذریعے سے تو وہ کم از کم constitutionally اور legally اور ہمارے legal instruments انکی protection ہمیں کرنا ہوگی۔ اور بلوچستان میں اگر آپ تیس سال کی پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نہیں کر سکتے اس اسمبلی کو اختیار ہے کہ وہ چھ، چھ مہینے والی بیس میل جو strategy ہے، adhocism ہے، اس سے نکل کر پانچ سال کیلئے آپکو پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کرنا ہوگی۔ آپکے

priority areas سب کو پتہ ہیں۔ یہ جو سب نے باتیں کیں ان کا لپ لباب یا انکا نچوڑ یہی ہے کہ تمام شعبے تباہی و بربادی کا شکار ہیں۔ پانی، تعلیم، صحت، روزگار، انفراسٹرکچر اور انفراسٹرکچر میں بات صرف روڈ کی نہیں ہے پچھلے اجلاس میں آپ تھے نہیں، انفراسٹرکچر میں انرجی سب سے بڑا component ہے۔ دوسری بات یہ ہے جناب والا! حکومتیں جب پیسہ خرچ کرتی ہیں، اُنکے سامنے ایک اور نقطہ نظر ہونا چاہیے۔ ایک بزنس کا جو behaviour ہے وہ یہ ہے کہ آپ 80 ارب روپے لگا رہے ہیں تو کم از کم return میں آپ کو سال میں پانچ سے چھ ارب دس ارب روپے واپس ملنے چاہئیں۔ لیکن آپ سارے پرائیکٹس میں پیسے لگاتے ہیں۔ اُن سے آپ کو ایک روپیہ revenue دوبارہ generate نہیں ہو رہا ہے۔ اور آپ کے اخراجات روز بروز بڑھ رہے ہیں آپ کی کوئی آمدن نہیں ہے۔ آپ کی سڑکیں چوڑی ہیں ریڑھیاں اُن پر کھڑی ہیں پولیس والا اُنکو ہٹا نہیں سکتا۔ آپ پانچ چھ ارب روپے ایک ڈیپارٹمنٹ کو دیتے ہیں کہ اور دکانوں، اور روڈز کو چوڑی کرو۔ پھر وہ تین ریڑھی والے ایک لائن میں کھڑے ہو جائیں گے۔ پہلے ایک ریڑھی والا تھاروڈ پر جب چوڑی ہوگی مزید ریڑھیاں کھڑی ہوگی۔ آپ کا جو behaviour ہے ہماری سوسائٹی کا چاہے وہ officials یا politicians یا ڈویلپمنٹ experts ہیں وہ یہی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے پیسے کو جلد از جلد خرچ کیا جائے۔ کیونکہ ایک سال آپکے پاس period ہوتا ہے۔ میرے پاس ایک چھوٹا سا فارمولہ ہے۔ ہمارے پاس نیشنل فنانس کمیشن کے تحت دو تین فارمولے ہیں جو درست نہیں ہیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ constitution میں ایک پبلک پرائونٹل فنانس کمیشن کا بننا بھی ضروری ہے۔ جو ہم نے پچھلے پانچ سال سے نہیں بنایا ہے۔ باقی صوبوں نے اپنے پرائونٹل فنانس کمیشن بنائے ہیں۔ اور پرائونٹل فنانس کمیشن وہ ایک criteria develop کرتا ہے صوبے کے اندر فنڈز کی یا وسائل کی منصفانہ تقسیم کا۔ جس طرح اسد صاحب نے کہا کہ جی اسلام آباد ہمیں یہ نہیں دیتا۔ اسلام آباد سے ہمیں یہ لینا ہے۔ اسلام آباد کو اُس وقت ہم مطمئن اور convince کر سکتے ہیں کہ اگر ہمارے پاس آٹھ روپے سے آٹھ سو ارب ہیں وہ ہمیں پہلے اُنکو دکھانا ہوگا کہ ہم نے جن علاقوں میں اُنکو خرچ کیا ہے جو ہمارے expenditures ہوئے ہیں، وہ transparent ہوئے ہیں۔ وہ سماجی معاشی اور معاشرتی فلاح و بہبود کے منصوبوں پر ہوئے ہیں۔ جب ہم دوسری دنیا کو یہ بات بتانا شروع کریں گے۔ یورپی یونین آپکو پیسے دیگا آپکو Gulf countries پیسے دیں گے۔ آپکا جو این ایف سی میں شیئر ہے وہ آپکو properly ملے گا۔ جب این ایف سی پر ہم بات کریں گے کہ ہمارے کھربوں روپے ہماری غلط پالیسیوں، ہماری غلط calculations کی وجہ سے حساب کتاب کی وجہ سے، ابھی

تک اسلام آباد میں ضائع پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ہم لے نہیں سکتے تو میں ایک فارمولہ وہ یہ ہے کہ ایک criteria ہے جو پوری دنیا میں نافذ العمل ہے۔ موسیٰ خیل، شیرانی، لورالائی، ژوب، واشٹک، خاران، ڈیرہ بگٹی، کو بلو، بارکھان، کسی بھی ڈسٹرکٹ کا نام لیں، آپ کے پاس ایک ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس ہے ایک آئینہ ہے ترقیاتی آئینہ کہ کونسا ضلع کس جگہ پر انسانی ترقی کی شرح میں کھڑا ہے۔ یعنی وہاں انسانی ترقی کی شرح کو تین چیزوں میں دیکھا جاتا ہے۔ ایک life-expectancy ہے جو طویل العمری کتنے عرصے تک وہاں کے لوگ زندہ رہتے ہیں۔ دوسری بات جو ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس میں دی گئی ہے وہ اُنکی شرح تعلیم ہے اور تیسری جو دی گئی ہے وہ اُنکی شرح آمدن ہے۔ ان چیزوں کو پیمائش کر کے آپکا ہیومن ڈویلپمنٹ انڈکس بنتا ہے۔ پھر آپ کے پاس ایک اور آئینہ ہے ایک multidimensional poverty index یعنی کثیرالجہتی غربت کا انڈکس۔ انڈکس کا اردو میں معنی ہے اعداد و شمار۔ اس کی شرح کو جب آپ دیکھیں گے تو آپ کو پتہ چل جائیگا کہ آپکا ضلع کہاں اسٹینڈ کرتا ہے میرا ضلع کہاں کھڑا ہے موسیٰ خیل اور شیرانی کہاں کھڑے ہیں۔ تیسرا یہ کہ آپ کے صوبہ پر اتنے بڑے chain-detectors مضبوط نہیں ہیں۔ لیکن ان سارے indicators کی basis پر آپ خدا اور رسول کو سامنے رکھ کر فنڈز کی منصفانہ تقسیم کا ایک فارمولہ بنائیں۔ آپ کہیں کہ جی! یہ یہ چیزیں ان اضلاع میں اسی سیکٹر میں ایجوکیشن میں جب اتنا پیسہ جائیگا تو ایجوکیشن میں بھی مزید یہ نہیں کہ ایجوکیشن کے جو سارے پیسے ہیں وہ پھر ایک ضلع میں جائیں گے۔ مثال کے طور پر اگر آپ ایجوکیشن میں 44 ارب روپے رکھ رہے ہیں تو اس کی تقسیم آپ کیسے کریں گے؟ بشریٰ بی بی رند صاحبہ نے بڑی اچھی طرح آپکو per-capita-expenditure کے بارے میں بتایا ہمارے بچوں پر تعلیم کے حوالے سے ڈسٹرکٹ میں، اس پر variations ہیں۔ کہیں پچاس ہزار، کہیں پچاس لاکھ، کہیں دو لاکھ اسکی وجہ یہ ہے کہ جتنا ایریا بڑا ہوتا ہے per-capita-expenditure بڑھتا ہے۔ ایجوکیشن میں بڑھتا ہے ہیلتھ میں بڑھتا ہے انفراسٹرکچر میں بڑھتا ہے۔ پھر اسی طریقے سے واٹر اینڈ سینیٹیشن میں بڑھتا ہے۔ تو آپ وہاں ہر آدمی کو جب پیسے دیتے ہیں تو وہ اخراجات بڑھتے ہیں۔ اور یہی جھگڑا ہم تیس سالوں سے اسلام آباد کیساتھ کر رہے ہیں۔ ہم اسلام آباد والوں سے تو کہتے ہیں کہ ہمیں رقبے کی بنیاد پر، آبادی کی بنیاد پر غربت کی بنیاد پر، پسماندگی کی بنیاد پر اور ضرورت کی بنیاد پر پیسہ دیں۔ لیکن جب بلوچستان میں پیسہ لاتے ہیں تو ایک بند کمرے میں ہم آٹھ آدمی بیٹھتے ہیں کہ یہ تو اپوزیشن ہے۔ یہ تو گورنمنٹ ہے۔ یہ سردار ہے یہ نواب ہے۔ یہ طاقتور ہے وہ کمزور ہے۔ یہ اچھا بولتا ہے۔ وہ زیادہ بولتا ہے۔ یہ برا بولتا ہے۔ اس بنیاد پر جب آپ پیسوں کی تقسیم کریں گے۔ یہ ہم خدا اور رسول

کیساتھ، اس آئین کیساتھ، دنیا کی تمام بہترین جو بنی ہوئی پالیسیاں ہیں، رولز ہیں، ان کیساتھ ہم بے انصافی کر رہے ہوں گے۔ تو کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جب 44 ارب روپے آپکو ایلوکیشن تعلیم کی مد میں ملیں گے۔ آپ کے پاس تیس اکتیس ڈسٹرکٹس جتنے بھی ہیں انکا ڈیولپمنٹ انڈکس ایجوکیشن کا آپکے پاس پڑا ہے آپ اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ جی! اگر کسی ڈسٹرکٹ میں ہو سکتا ہے کہ ہائی اسکول زیادہ ہے لیکن باقیوں میں کم ہے۔ آپ ہائی سکولز کا، مڈل سکولز کا، پرائمری سکولز کا، چلڈرنز کی enrolment کا، بچوں کے داخلے کی جو enrolment ہے اسکا، ٹیچروں کی تعداد کا، اسکولوں کی بلڈنگ اور انفراسٹرکچر کا۔ ان سب کا ڈیٹا نکال کے اسکو پرنٹنگ کی basis پر آپ ان ڈسٹرکٹس میں تعلیم کیلئے allocations fix کر دیں تو کوئی آپ سے ناراض نہیں ہوگا۔ اگر میرے علاقے میں تعلیم کی سہولتیں زیادہ ہیں، اسکول زیادہ ہے مجھے ایجوکیشن کی مد میں دس روپے بھی نہیں ملتے۔ جام صاحب! میں آپ سے گلہ نہیں کرونگا نہ میں کسی اور ضلع کے غریب بچوں کا پیسہ اپنے ضلع میں طاقت کے زور پر یا اپنے اثر و رسوخ کے زور پر لے جانا نہیں چاہتا۔ وہ پیسہ مٹھا خان کے علاقے کے بچوں کو مل جائے تو مجھے اسمیں خوشی ہوگی۔ دوسری بات یہ ہے کہ جام صاحب! اب میں آتا ہوں over-all، یہ ایک چھوٹی سی مثال دی کہ اب آپ پی ایس ڈی پی کے حوالے سے ایک پانچ سال کیلئے یہاں ایک resolution لے آئیں اس پر ڈیٹ کر لیں۔ یہ مجلس یہاں ختم نہیں ہوگی ہم اور آپ لوگ بیٹھ کے اس پر ایک formulation، ایک ڈسکشن کرتے ہیں ایک strategy بناتے ہیں۔ آپ اگر بلوچستان میں ترقیاتی حوالے سے ایک فارمولہ بنا رہے ہیں آپ کو کافی چیزیں مد نظر رکھنا پڑیں گی اور ان کی basis پر آپکو پرنٹنگ کی basis پر، districts کو دینا ہوگا۔ مثلاً آپ نے ڈسٹرکٹ کے ایریا کو مد نظر رکھنا ہوگا نمبر 1۔ آپ نے 10% یا 5% رقبے کے اعتبار سے اُس ڈسٹرکٹ کیلئے رکھنا ہے۔ آپ نے پاپولیشن کو مد نظر رکھنا ہے۔ equally areas اور رقبے کو دس پرسنٹ، پندرہ پرسنٹ پاپولیشن، پندرہ پرسنٹ ایریا کو پھر آپ نے اس ضلع کے جو ہیومن ڈیولپمنٹ انڈکس ہے۔ جس کا میں نے کہا یہ multidimensional poverty index ہے۔ اُس کو مد نظر رکھ کے اگر اس انڈکس میں ضلع بہت نیچے آ رہا ہے اس کی غربت کی شرح بہت نیچے ہے۔ تو آپ وہاں اس کیلئے پانچ سے دس فیصد رکھ رہے ہیں جو علاقہ غربت کی اور یہ پھر انٹرنیشنل ہیومن کی رپورٹ ہے۔ اسٹیٹ بینک کی رپورٹ ہے پلاننگ کمیشن کی رپورٹ ہے۔

(اس مرحلہ میں میریون عزیز زہری (چیئرمین) صدارت کی کرسی پر متمکن ہوئے)

جناب چیئرمین: السلام علیکم۔

جناب ثناء اللہ بلوچ:

ویکم مسٹر چیئرمین اور اس کے علاوہ جناب والا! آپ کے پاس ہیلتھ کے indicators ہیں۔ اگر کوئی ضلع صحت کے اعتبار سے مثلاً بلوچستان کے ضلع کوہلو میں 72 فیصد لوگ پھانٹس اے، بی اور سی کے امراض کا شکار ہیں۔ ڈیرہ بگٹی دوسرے نمبر پر آتا ہے آپ کے ہمارے علاقے تیسرے چوتھے پانچویں نمبر پر آتے ہیں۔ موسیٰ خیل، شیرانی، ژوب یہ علاقے جہاں بھی پانی کے مسائل سب سے زیادہ ہیں وہاں پھانٹس اے، بی، سی ہیں۔ اگر ان علاقوں میں ہیلتھ کے ایبٹوز ہیں پھر آپ کو انہیں کچھ priority دینا ہوگی۔ اسی طرح روڈز ہیں انفراسٹرکچرز ہیں الیکٹرک سٹی کی availability ہے۔ واٹر اینڈ سنٹییشن ہے۔ فارسٹ ہے۔ بلوچستان کا مستقبل فارسٹ، لائیو اسٹاک، ٹورازم اور منرل ڈویلپمنٹ میں ہے۔ اور آپ کے نیشنل ریسورسز ہیں یہ ڈویلپمنٹ میں ہیں۔ ایک ضلع کے اندر، اگر موسیٰ خیل میں اچھی forestry ہو سکتی ہے آپ اسکو بیشک دس پرسنٹ دے دیں۔ لیکن اگر کوئٹہ کے اندر forest کے اتنے بڑے پراجیکٹ نہیں بن سکتے تو کوئٹہ میں آپ فارسٹ کے حوالے سے کم priority رکھیں۔ اسی طرح نیچرل ریسورسز ہیں۔ اور جام صاحب! سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس صوبے نے وسائل پیدا کرنے میں اور وہ یہ ہیں کہ آپ کے ڈسٹرکٹ میں اکنا مک پوٹینشل ہے۔ گوادر، چاغی، مسلم باغ، گلستان، خاران، کوئٹہ، ڈیرہ بگٹی یہ سارے اکنا مک پوٹینشل والے ہیں آپ کے علاقے نصیر آباد میں ہے اور ہر کسی کے مختلف ہے۔ جب ترقیاتی عمل میں آپ پیسہ دیں گے تو آپکو اکنا مک پوٹینشل کو بھی مد نظر رکھنا ہوگا۔ اسی طرح جناب چیئرمین! جب آپ ترقی کے حوالے سے بات کریں گے تو آپکے کوئٹہ ایریا کو، فشریز میں، میرین ریسورسز کی ڈویلپمنٹ میں، بلوچستان بہت بڑا رینو جزیرہ کر سکتا تھا۔ لیکن جب آپ اپنی ڈویلپمنٹ priorities fix کرنا چاہیں گے تو آپکو اس کیلئے پرنٹیج بھی رکھنا ہوگا۔ تو جناب چیئرمین! آپ کے توسط سے میں وزیر اعلیٰ صاحب کو یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ میں نہیں چاہتا کہ آپ یہاں ہماری اس تجویز کا کوئی مثبت جواب دینا چاہتے ہیں تو You are welcome لیکن اگر آپ اس پر کوئی بہت بڑی ڈسکشن ڈبیٹ، ڈویلپمنٹ experts کو بلانا چاہتے ہیں ہمیں بلانا چاہتے ہیں میں یہ نہیں چاہتا دو مہینے بیشک آپ کی پی ایس ڈی پی لیٹ ہو جائے آپ کے پیسے بچے رہیں لیکن خدا کو مانئے بلوچستان میں کچھ ایسے فیصلے کیجئے جن کا خمیازہ ہمارے آنے والے وقتوں میں اچھے طریقے سے بھگتنا پڑے۔ یہ جو تکلیف اور مشکل میں ہم رہے ہیں ان تکالیف اور مشکلات سے ہم آسانی سے اور باقی رہی آپ کی بات پیسے کی۔ میرا اب بھی ایمان ہے بلوچستان میں بہت پوٹینشل ہے این ایف سی ایوارڈ میں آپ کا due-share نہیں ملا جب

آپ این ایف سی ایوارڈ پر آئیں گے اگر آپ نے ہم سب نے مل کے کام کیا تو ہم این ایف سی ایوارڈ سے بلوچستان کو ایک سے ڈیڑھ کھرب روپے بھی دلوا سکتے ہیں۔ آپ کے پاس strong team ہو آپ کے پاس facts and figures ہوں آپ کی justified grievances ہوں۔ آپ کے پاس constitutional, legal and financial tools ہوں تو آپ پیسے لاسکتے ہیں۔ یہاں مسئلہ غربت کا نہیں ہے آپ اچھی پالیسی بنائیں ہم اپوزیشن کی طرف سے بیٹھ کے اپنا فیصلہ کریں گے۔ ہم ایک انٹرنیشنل ڈیولپمنٹ کانفرنس بلا رہے ہیں آپ کو بھی بلائیں گے سب کو بلائیں گے پوری دنیا کو اسمیں بلائیں گے اور بلوچستان کا جو چہرہ ہے بلوچستان کی معاشی جو اکنامک پونٹشل ہے اور اگر اسمیں جس طرح سی پیک میں ہمیں نظر انداز کیا گیا۔ ten-billions اور آرہے ہیں اگر آپ کے پاس ایک مضبوط ٹیم اور اپوزیشن کو لے کے آپ چلنے لگے تو میں کہوں گا کہ یہاں مقابلہ یہ نہیں ہے کون حکومت اور کون اپوزیشن میں ہے ہمیں ایک دفعہ بلوچستان کو اندھیرے سے نکالنا ہے اور مجھے اُمید ہے جو بھی ہماری ڈیولپمنٹ کے حوالے سے کچھ تجاویز ہیں جو long-term development strategy کے حوالے سے پانچ سے دس سال کے حوالے سے اس پر اس بحث کو continue کریں گے یا شاید ہم اس کو ختم کریں لیکن کم از کم اس کو ایک فورم پر start کریں گے۔ تاکہ بلوچستان کے جو دیرینہ اور جو تابناک مسائل ہیں اُن سے نجات حاصل کر سکے۔ شکر یہ

جناب چیئرمین Thank you very much

میر اسد اللہ بلوچ (وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن):

جناب چیئرمین! یہ نقطہ جو ہم نے یہاں raise کیا تھا، اپوزیشن کی جانب سے مثبت تجاویز ہمیں ملیں۔ ہماری کچھ ذمہ داریاں ہیں، ذمہ داری اسلام آباد کی بھی ہے، ہمارے کندھوں پر ہیں اس ہاؤس میں بیٹھے ہوئے سب کے کندھوں پر ہیں۔ میں نے ایک تجویز دی تھی کہ بلوچستان کے وزیر اعلیٰ، چیف ایگزیکٹو کو by virtue of post سی پیک کا ممبر ہونا چاہیے تاکہ بلوچستان کے عوام کو معلوم ہو سکے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس لئے اگر ایک رائے دونوں جانب سے آرہی ہے مشترکہ طور پر صوبائی خود مختاری کا یہی تو سب سے بڑا فائدہ ہے ایک آواز ہو کے اگر آپ رائے لے لیں اسکو اگر ہم clear کر سکتے تو ایک بہت بڑی کامیابی ہوگی۔

جناب چیئرمین:

thank you اسد صاحب۔ جام صاحب! اس پر رائے لیتے ہیں۔ جی۔

ملک نصیر احمد شاہوانی: جناب چیئرمین! اس میں ہم اُن سے اتفاق کرتے ہیں لیکن اس تجویز کے ساتھ کہ

وزیر اعلیٰ کے ساتھ اپوزیشن لیڈر بھی ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین:

ان دونوں چیزوں پر ایوان کی رائے لیتے ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

اپوزیشن لیڈر بھی صوبے کا نمائندہ ہے وزیر اعلیٰ بھی صوبے کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ یہ دونوں مل کے یہ کیس بہتر طریقے سے لڑ سکتے ہیں۔ جب صوبہ کا مسئلہ ہوتا ہے جب ہم اکٹھے ہوتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں دکھانا ہے کہ ہم اکٹھے ہیں، سی پیک کا مسئلہ ہے دوسرے مسئلے ہیں۔

جناب چیئرمین:

پہلے آپ اپوزیشن لیڈر تو منتخب کر لیں اس کے بعد پھر اس پر۔۔۔ (مداخلت)

وزیر محکمہ خوراک، سماجی بہبود اور نان فارمل ایجوکیشن:

اگر ہم اس کی گہرائی میں جائیں تو اس کا بہت بڑا وزن ہے۔

جناب چیئرمین:

اسد صاحب! آپ تشریف رکھیں اس پر رائے لیتے ہیں اگر این ایف سی ایوارڈ اپوزیشن لیڈر اور۔۔۔۔۔

جناب نصر اللہ خان زیرے:

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اسکے لئے ایک باقاعدہ آئینی قرارداد ہوتی ہے اس پر وفاق پابند ہوگا۔ ہم یہاں رائے لینے، شاید اس طرح مناسب نہیں ہوگا اگر آپ سیکرٹری صاحب سے لے لیں، ہماری ایک ایک آئینی قرارداد ہوتی ہے اگر ہم اس حوالے سے بیٹھ کر ایک آئینی قرارداد لانے کی کوشش کریں تو زیادہ بہتر ہوگا وفاق اس کا پابند ہوگا سینٹ اور قومی اسمبلی اس پر عمل کریں گے۔

جناب چیئرمین:

میرے خیال میں یہ قرارداد بھی اگر ہم یہاں پاس کریں یہ بھی آئینی ہوگی، جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:

میں سمجھتا ہوں کہ اس کو قرارداد سمجھ کے اس پر رائے لی جائے اور اس کو آج ہی dispose-off کیا جائے اور یہ بہت ضروری ہے کیونکہ سی پیک کا چار سال سے ہمیں کوئی پتہ نہیں ہے کہ اُن پانچ components میں سے جو سی پیک کے ہیں، اُس حوالے سے بلوچستان میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمیں تو نہ

انڈسٹریل زون ملا ہے نہ ہمیں پاور پراجیکٹس میں کوئی حصہ ملا ہے نہ ریلوے کا کچھ ہمیں معلوم ہے نہ موٹروے کا ہمیں کچھ معلوم ہے۔ تو ان ساری باتوں کے لئے بلوچستان کی نمائندگی بہت ضروری ہے۔ اور جام صاحب جس طرح بہتر سمجھیں کہ اپوزیشن کے بھی ایک دو بندے ساتھ لیں اور خود بھی ہوں یا جو بھی مناسب ہو۔ لیکن بلوچستان کی نمائندگی اس میں بہت ضروری ہے۔ اور اب چار سال یا بہت عرصہ گزرنے کے بعد اس بات کو open ہونا چاہیے سامنے آنا چاہیے کہ اس سی پیک کے حوالے سے بلوچستان میں کیا کچھ ہونا ہے، ابھی تک کچھ نہیں ہوا ہے۔ تو سی پیک کے حوالے ہماری نمائندگی، وہاں اُنکے جتنے بھی اجلاس ہیں یا جو بھی میٹنگز ہیں ان میں ہماری نمائندگی ہونی چاہیے۔ اور اس کو قرارداد کی شکل میں منظور کیا جائے اور ہاؤس سے رائے لی جائے۔

جناب چیئرمین:

شکریہ آغا صاحب۔ اس کو ایک قرارداد کی شکل میں لیا جاتا ہے۔ جی جام صاحب۔

میر جام کمال خان عالیانی (قائد ایوان):

میں جواب چاہوں گا۔ شاید ہمارے آئین میں ممبر نے اپنے اچھے good-faith میں ایک چیز کی proposal دی ہے۔ سی پیک کی بہت ساری کمیٹیز ہیں جو ایک سب سے بڑی کمیٹی اسکو JCC کہتے ہیں اور جو انٹ کمیشن جو سی پیک کی ہے اس میں باقاعدہ چیف منسٹر اس کا ممبر ہے پرائم منسٹر اسکو Head کرتے ہیں۔ پھر اسی طرح سی پیک کا ایک ورکنگ گروپ ہوتا ہے جس پر نمائندگی بلوچستان کی طرف proper working of سی پیک ہوتی ہے۔ اُس میں چیف سیکرٹری اُس ورکنگ گروپ کا حصہ ہوتا ہے اپنے سیکرٹریز اور دوسروں کے ساتھ۔ تو اس کی تھوڑی سی لیٹیوٹی کلیمیشن کرنا چاہ رہا تھا کہ یہ سسٹم already in place موجود ہے problem سب سے بڑا یہ رہا ہے جو شاید اتنی معلومات ہمیں نہیں ہیں کہ ہمارے ماضی میں شاید وزرائے اعلیٰ نے شاید اس فورم کا زیادہ فائدہ یا اس پر زیادہ deliberation یا کوئی کام ہی نہیں کیا ہے۔ تو ہمیں یہ محسوس ہوتا ہے کہ شاید سی پیک میں ہمارا کوئی کردار ہی نہیں ہے نہ ہم سے کوئی بات پوچھی جاتی ہے نہ ہم کسی فورم نہ کسی کمیٹی کا حصہ ہیں۔ لیکن ہم ان فورمز کا حصہ ہیں ہم ان سب کمیٹیز کا حصہ ہیں لیکن ہم نے اپنی ذمہ داریوں کو تھوڑا expedite نہیں کیا ہے۔ جو سب سے بڑی کمیٹی ہے جسے JCC کہتے ہیں اس میں باقاعدہ Chief Minister of the province اس کا ایک ممبر ہوتا ہے اور پرائم منسٹر صاحب اسکو head کرتے ہیں پلاننگ کمیشن وغیرہ اور باقی stakeholders سب اس کا ایک حصہ ہیں۔ تو ہمیں نے کہا کہ اس پر تھوڑی کمیٹی تشکیل دیں آپ کو کردوں شاید ہمارے آئین میں ممبر کو بھی اس حوالے سے idea نہیں تھا تھوڑی بہت

کلیریفکیشن اس پر آئی ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:

جناب چیئر مین صاحب!

جناب چیئر مین:

جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا:

جناب چیف منسٹر صاحب نے اس پر کلیریفکیشن دی ہے مجھے نہیں معلوم کہ وہ پانچ سال اسلام آباد میں مرکزی گورنمنٹ کا حصہ رہے ہیں یہاں تو ابھی ایک مہینہ سے۔ تو میں چاہوں گا کہ اگر ان کے علم میں کچھ ہے وہ اس ہاؤس کو مطلع کریں کہ کیا ہے کیا ہو رہا ہے کیا نہیں ہو رہا ہے کیونکہ ہم سب کو پورے بلوچستان کے ڈیڑھ کروڑ عوام اس وقت اس بات پر تشویش میں ہیں کہ یہ سب کچھ ہونے کے باوجود یہاں کچھ ہوا نہیں ہے۔ تو جام صاحب سے گزارش ہے کہ ہاؤس کو اعتماد میں لیں اور اس فلور پر ہمیں بتائیں کہ جب پانچ سال اسلام آباد میں تھے انکو کچھ علم ہے یا بحیثیت چیف منسٹر ایک مہینہ گزرنے کے بعد ان کو کچھ علم ہے کہ سی پیک کے حوالے سے بلوچستان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ شکر یہ۔

جناب ثناء اللہ بلوچ:

جناب چیئر مین!

جناب چیئر مین:

جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ:

ایک چھوٹی سی تجویز ہے کیونکہ پھر دوبارہ ہماری ڈسکشن جو پی ایس ڈی پی کو wind-up کرنے کی بجائے سی پیک پر چلی گئی۔ چھوٹی سی تجویز ہے اگر یہ اجلاس continue کر رہا ہے جمعرات کا دن سی پیک پر بحث و مباحثہ کے لئے آپ آج ہی fix کر دیں۔ اُس دن جو بھی گورنمنٹ کے پاس up-date ہے یا بلوچستان کو جو ملا ہے، نہیں ملا ہے وہ بھی اپنی طرف سے لے آئیں گے جو ہماری معلومات ہیں دو تین گھنٹے سی پیک سے متعلق ہوں۔

جناب چیئر مین: ثناء بلوچ صاحب! ہمارے پاس وقت ہے پہلے ہم پی ایس ڈی پی کو نمٹا دیتے ہیں اس

کے بعد اس کو دیکھتے ہیں وقت اگر تھا تو ٹھیک ہے نہیں تو پھر ہم اسکو آگے کیلئے رکھ دیتے ہیں۔ جام صاحب! پہلے ہم پی ایس ڈی پی کو نمٹا دیتے ہیں اس کے بعد۔۔۔۔۔

جناب ثناء اللہ بلوچ:

میری ایک رائے یہ ہے دیکھیں آپ کے پاس ابھی سینڈک پر ایک قرارداد آئی ہے جس پر بڑی بات کرنی ہے آپ نے این ایف سی discuss کرنا ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کہ سی پیک سے متعلق ایک discussion ایک debate ہو۔ اور جن جن کمیٹیوں میں representation ہے نہیں ہے، کیسی ہونی چاہیے ایک مکینزم ہے اسمبلی کا۔ کیونکہ اس اسمبلی نے ابھی تک سی پیک کے حوالے سے کوئی پالیسی formulate نہیں کی ہے، پچھلی اسمبلیوں کی تھی۔ آپ اگر کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ویسے ہی سی پیک under-discussion ہے۔ سیکرٹری صاحب! آپ تجویز دیں تو جمعرات کا دن fix کر لیں اور وہ ایجنڈے میں شامل ہو جائے۔ پھر اُس دن سی ایم صاحب بھی تیاری کر کے آجاتے ہیں۔

جناب چیئرمین:

پی ایس ڈی پی اور سی پیک پر پہلے جام صاحب اپنی پالیسی دیں گے اُس سے اگر آپ مطمئن نہیں ہوئے پھر آگے اُس کو دیکھ لیں گے۔ جی جام صاحب۔

قائد ایوان:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ آنرا بہل اسپیکر! پہلے تو میں ہاؤس سے اس بات کی، میری policies ہیں کہ wind-up-session پہلے دن تھا۔ لیکن بہت سارے دوستوں نے یہ تجویز دی کہ اس پر زیادہ debatement ہونی چاہیے، پی ایس ڈی پی پر زیادہ بات ہونی چاہیے۔ تو اس process کو تھوڑا اسمبلی کو continue کیا جائے۔ اور بیچ میں مکران ڈویژن کا ایک official trip تھا جس میں ہم لوگ گئے تھے۔ اور پھر ہم نے یہ request کی تھی کہ آج کے دن کیلئے ہم اس کو رکھیں اور ٹائمنگ چیلنج کرنے کے لئے بھی تھوڑی request کی تھی، اس سے پہلے کہ میں تھوڑا سا اس پی ایس ڈی پی wind-up کو ذرا complete کروں۔ ایک آپ کے توسط سے اور میں appreciate کروں گا کہ آپ نے بڑے ایک اچھے انداز میں اسکو conclude کرنے کے لئے مجھ سے کہا کہ اس ہاؤس کی خوبصورتی اور اسکا میکنزم، یہ بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے اس ہاؤس کی اصل افادیت کو صحیح طریقے سے لانا ہے اور اس کے ہر ایجنڈے کو ایک وزن دینا ہے تو ہم ایک process کے تحت اس ہاؤس کو چلائیں گے تو بہت مثبت بھی ہوگا اور بہتر بھی ہوگا۔ میں اس کی چھوٹی سی

مثال دوں اب جب session in house چل رہا ہے وہ پی ایس ڈی پی کے حوالے سے ہے اور جب بھی کوئی کارروائی ہوتی ہے جب تک ایک ایجنڈا مکمل نہیں ہوتا تب تک دوسرے ایجنڈے پر نہیں جایا جاتا ہے ہاؤس ہمیشہ اپنا ایک سسٹم مکمل کرتا ہے۔ اور پھر صوبہ میں بہت اہم چیزیں ہیں، سب کو لایا جاسکتا ہے۔ ایک چھوٹی سی بات ہے کہ already ہمارے ایجنڈے میں دو دن سے بہت important چیزیں رکھی گئی ہیں اور وہ بھی کسی مقصد کے لئے ممبرز نے رکھی ہوگی جس میں این ایف سی ایوارڈ کا مسئلہ ہے، زمینداروں کا مسئلہ ہے یا کوئی اور چیزیں اس طرح دی ہیں۔ تو ہم عموماً ایک ایجنڈا بنانے کے چیزوں کو رکھتے ہیں تاکہ ان پر بحث ہو اور پھر ہم ایک نئے stage پر چلیں during the house میرے خیال میں کچھ ایسی decisions ہیں جو ہاؤس میں اسپیکر کبھی بھی دے سکتے ہیں، اپنی رولنگ بھی دے سکتے ہیں کمیٹی بھی form کر سکتے ہیں۔ باقاعدہ ایجنڈا پوائنٹ کو جس طرح اٹھانا ہے، بڑی consensus-develop ہوتی ہے۔ یعنی جب بھی کوئی resolutions یا adjournment motions وغیرہ آتی ہیں۔ تو چونکہ ہم لوگ ایک start لے رہے ہیں ہم نے اگر اس اسمبلی کی ترتیب کا start بھی اچھا لیا تو آپ یقین کریں نہ صرف اپوزیشن اس سے بہت بڑا فائدہ اٹھائیگی، politically بھی اٹھا سکتی ہے، mechanism-wise بھی اٹھا سکتی ہے۔ لیکن اگر ہم نے ان تین چار مہینے میں وہی ماضی کی practises کو مد نظر رکھتے ہوئے اس ہاؤس کو چلایا پھر ایسا ہوگا کہ یہاں سے ہم بات کر رہے ہوں گے وہاں سے وہ بات کریں گے ایجنڈا میں کوئی پوائنٹ آجائیگا کوئی پوائنٹ ایجنڈا سے نکل جائیگا۔ نہ اسمبلی کے process کا طریقہ کا پتہ چلے گا نہ اسمبلی کی کارکردگی کا صحیح پتہ چلے گا۔ تو میری request ہاؤس سے بھی ہوگی آپ سے خاص کر Chair کو address کرتے ہوئے میں ضرور کہوں گا کہ ہم نے باقاعدہ اب وہ ٹائم آ گیا ہے کہ ہم اس ہاؤس کو باقاعدہ ایک اچھے mechanism کے تحت، جو اس کی اصل روح ہے اس میں چلانا شروع کر دیں۔ اور اس کے بعد، آپ کو یاد ہوگا کہ جب اس میں ہمارا پہلا سیشن ہوا تھا، میں نے request کی تھی کہ ہمیں کمیٹی فوراً بنا لینی چاہئیں اور آج تقریباً ڈیڑھ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے ہم ابھی تک اس بات پر بھی راضی نہیں ہیں کہ ہمارا اپوزیشن لیڈر کون ہوگا اور ہم ایک کمیٹی بھی نہیں بنا سکے، ہم پارلیمانی سیکرٹریز نہیں بنا سکے جن پارلیمانی سیکرٹریز کا یہ کام ہوگا کہ ہمارے معزز ممبرز جو اپنے سوالات ہر ڈیپارٹمنٹ کے حوالے سے رکھیں گے تو کوئی ایسا ذمہ دار ہو جو اس کا جواب دے، چاہے اس میں وزراء ہوں یا پارلیمانی سیکرٹریز ہوں میرے خیال میں ہمیں اس mode میں آ جانا چاہیے۔ ہمیں ان کمیٹیوں کو جلد از جلد form کر لینا چاہیے۔ ہمیں پارلیمانی سیکرٹریز کی announcement جلد از جلد کر لینی چاہیے۔ اور ہمیں

ان process کو ایجنڈے کے تحت ہاؤس کی پوری ورکنگ بنانی چاہیے تاکہ ہم قانونی شکل میں اور ایک ہاؤس کی شکل میں ان چیزوں کو ترتیب میں لائیں۔ یہ میری ایک request ہے میں نے feel کیا میں نے کہا Member of the House کے طریقے سے انکو share کروں تاکہ یہ چیزیں صحیح طریقے سے آگے چلیں۔ میں ابھی آؤں گا ایک جو سب سے پہلے میرے خیال ہاؤس کا subject in جو پی ایس ڈی پی ہے اس پر عموماً بات ہوئی اور یہ بہت اچھی بات ہے کہ ہم پچھلے ڈیڑھ مہینے میں یہ ہاؤس اور ہماری کابینٹ مسلسل اسی بات پر deliberations کر رہی ہے کہ اس پی ایس ڈی پی کو کس طرح ایڈریس کیا جائے۔ اور اگر ہم نے اپنے ان تین چار مہینوں میں as a house اور as a government اگر اس پی ایس ڈی پی کے معاملات پر concrete-steps, mechanism اور چیزوں کو اگر ترتیب دیں۔ میں سمجھتا ہوں ہم بلوچستان کے لوگوں کے لئے اتنا بڑا کام کر جائیں گے جو شاید ماضی میں کبھی کسی نے کیا ہو۔ اس ہاؤس کے لئے میری ایک تجویز ہے اور یہ بہت ضروری تجویز ہے کہ ہمیں پچھلے اٹھارہ سالوں کے پی ایس ڈی پی کا ایک وائٹ پیپر بنانا چاہیے۔ لیکن میں اور آپ آج اس حکومت کا حصہ ہیں ہم انفرادی طور پر بہت ساری پارٹیوں کا حصہ بنتے ہیں سب کچھ ہے۔ لیکن آج اس ہاؤس میں بہت سارے ایسے نمائندے ہیں کہ first time آئے ہیں۔ بلوچستان عوامی پارٹی ایک نئی پارٹی بنی ہے، اے این پی بہت عرصے بعد حکومت کا بڑے پیمانے پر حصہ بنی ہے۔ جے یو آئی میں already بہت سارے ایسے ہمارے دوست ہیں جن کا come-back ایک نئے طریقے سے ہے نئے لوگ آئے ہیں اسی طرح جے ڈبلیو پی ہے ہزارہ ڈیموکریٹک ہے بی این پی عوامی ہے پاکستان تحریک انصاف پہلی دفعہ آئی ہے۔ تو ہم ماضی کی ایک ایسی پریکٹس کا حصہ کیوں بنیں جس میں ہمارا نہ کوئی say تھا اور نہ ہم اس کا حصہ بنیں۔ تو ہمیں ایک وائٹ پیپر بنانا چاہیے کہ اس پی ایس ڈی پی میں ان اٹھارہ سالوں میں کیا ہوا ہے کہاں کہاں throw-forward کیا گیا ہے، کہاں کہاں غلط اسکیمیں ڈالی گئی ہیں، کہاں کہاں غیر منصوبہ بندی کی گئی ہے جن سے اس پی ایس ڈی پی کی آج جو ایک شکل بنی ہے جو بلوچستان کو financial crisis میں ڈبونے میں سب سے بڑا ہاتھ اگر ہوگا تو اس پی ایس ڈی پی اور ہمارے نان ڈو پلمینٹ بجٹ کا ہوگا۔ کوئی تو اس کا ذمہ دار ہوگا، کون ہوگا ہم تو نہیں ہیں۔ تو کم از کم یہ ہاؤس جس کا آج ہم اور آپ حصہ ہیں دیکھیں لوگ آنے والے وقت میں ہماری ایک مثال دینگے یہ بھی شاید اس کا حصہ بن گئے۔ تو میں اور آپ کم از کم آج ڈیڑھ مہینے تو اس کا حصہ نہیں بنے ہو سکتا ہے ڈیڑھ دو سال بعد ہم ایسے ایک موڑ پر کھڑے ہونگے شاید ہم بھی یہ کہیں کہ جی اب اس پی ایس ڈی پی کا کیا احتساب ہوگا لیکن آج میں اور آپ بہت آسانی سے بہت اعتبار کے ساتھ

اور ایک confidence کے ساتھ یہ بات کر سکتے ہیں کہ جی بالکل اسکی ایک accountability اور ایک process ہونا چاہیے کہ ان اٹھارہ سالوں میں اچھا کس نے کیا برا کس نے کیا۔ کیا اسکا ایک کاغذ میں آنا چاہیے اور اسکے بعد اس حکومت نے اور اس ہاؤس نے۔ دیکھیں یہ فیصلے صرف۔۔۔۔۔ (مداخلت)

جناب چیئر مین:

سی ایم صاحب! اذان ہو رہی ہے۔

(اذان ظہر۔ خاموشی)

جناب قائد ایوان:

آنریبل سپیکر صاحب! میری آپ سے request ہوگی اور ہاؤس سے بھی ہوگی کہ ہم اس پر باقاعدہ ایک سوچ پیدا کریں اور ہم بلوچستان کے عوام کے لیے اگر یہ وائٹ پیپر بنا گئے، ہم ایک بہت بڑا message دیں گے اور ہم ایک ایسا message دیں گے جو چیزوں کو بہت شفاف بھی کرینگے اور بہتر بھی کرینگے اور پھر ہمارے پاس جس طرح میں نے کہا یہ جو آنے والے پانچ سال ہیں ان میں جو کام ہوگا آپ اور ہم کریں گے پھر اسکا ایک توازن رکھا جائیگا کہ جی ان حکومتوں نے کیا کیا اور اس ہاؤس نے کیا کیا۔ ہم کبھی اس بات پر نہیں جاتے ہیں کہ ماضی میں کس ممبر نے کیا کیا۔ میں پوری گورنمنٹ اور پورے ہاؤس کی مثال دیتا ہوں۔ اُس میں اپوزیشن اور حکومت دونوں حصہ دار ہوتی ہیں۔ کل کو جب ہم اپنے حلقوں میں جائیں گے as a opposition بھی اور حکومت دونوں حصہ دار ہوتی ہیں، تو ہم اس مثال کو دونوں کی طرف دے سکتے ہیں کہ جی ہم اس ہاؤس کا حصہ اگر اپوزیشن میں تھے تو ہماری وجہ سے یہ ہوا۔ اور ہم as a government اس بات پر آئیں گے کہ ہم اس حکومت کا حصہ تھے حکومت چلا رہے تھے تو ہم نے ان چیزوں پر چلتے ہوئے یہ کام کیا ہے۔ تو اسکا کریڈٹ یہ گورنمنٹ بھی لے گی اور اس کا کریڈٹ اپوزیشن بھی لے گی۔ تو میرے خیال یہ ہم دونوں کے لیے اور اس ہاؤس کے لیے اور آپ کے لیے ہم سب کے لیے ایک بہت win-situation بنے گی اگر ہم اسمیں کامیابی حاصل کر گئے اور انشاء اللہ اسمیں ہوگی۔ بلوچستان کے مسائل بہت زیادہ ہیں جس طرح میں نے آپ سے کہا کہ اب جو بھی ہوگا اسکا فائدہ اور نقصان ہم سے منسلک ہیں اور ہم کیا decisions لیتے ہیں۔ اور یہ چیز اس ڈیڑھ مہینے میں نے آپ نے بھی دیکھی ہوگی ہم نے اور تھوڑا قریب سے دیکھی ہے کہ سارا financial جو crunch ہے۔ اور یہ جو PSDP اور نان ڈویلپمنٹ ہے اور بلوچستان میں جو کرپشن اور باقی چیزیں ہیں ان چیزوں کو اگر ہم نے address کر کے حل نہیں کیا اور اس کی بڑی simple وجہ ہے آپ کا جو

PSDP ہے اسکا صرف throw-forward چار سو ارب تک پہنچ گیا ہے اور اسکی بڑی simple explanation یہ ہے کہ آپ بھی PSDP کی تقریباً دو ہزار ایسی اسکیمیں ہیں جو ماضی میں جن کے وائٹ پیپر کا میں ذکر کر رہا ہوں، وہ ایسے بنا کر اسمیں ڈالی گئی ہیں کہ کبھی دس کروڑ کبھی پانچ کروڑ کبھی ایک لاکھ کبھی دو لاکھ کبھی مرضی ہوئی تو نکال دیا کبھی موڈ ہو گیا پھر واپس لاکر ڈال دیا۔ اس طرح کر کر کے ہم نے آج جس نتیجے پر آ کر PSDP کو کھڑا کیا ہے۔ تو اس PSDP کو complete کرنے کے لیے، اگر ہمارے پاس 400 ارب ہوں گے تو وہ PSDP آپکا پورا کتا بچے جس کو ہم دیکھتے ہیں یہ complete ہو گیا ہے۔ اور مزید اگر آپ کے پاس پچاس، ساٹھ ارب ہوں گے تو آپ کا نیا PSDP جسے کچھلی گورنمنٹ نے منظور کیا ہے تو اُسکو complete کیا جاسکتا ہے۔ تو یہ چار ساڑھے چار سو ارب کا جو یہ فکر ہے یہ ایک ایسا فکر ہے جس کو میرا خیال ہے بلوچستان کے مسائل کو مد نظر رکھے گا وفاق کی سپورٹ بھی اگر ہو میرا خیال آنے والی بہت سی جزیٹیشنز حکومتیں پوری نہیں کر سکیں گی۔ کیونکہ ہر حکومت کو نیا PSDP بنانا پڑتا ہے۔ اسی لیے میں بار بار اسی بات پر یہ گورنمنٹ ہم focus کرتے ہیں کہ یہ جو financial crunch ہے یہ حکومت کے ساتھ ساتھ آپ کے لیے بھی اتنا important ہے کیونکہ کوئی بھی صوبائی حکومت اگر اس کا کوئی ڈویلپمنٹ پلان نہیں ہے تو وہ اپنی چیزیں اپنے عوام تک نہیں پہنچا سکتی۔ آپ اسکول بنائیں گے تو فنڈز سے بنائیں گے آپ ہسپتال بنائیں گے تو فنڈز سے بنائیں گے آپ نوکریاں دیں گے تو فنڈز سے دیں گے آپ ڈیم بنائیں گے روڈ بنائیں گے ٹیوب ویل دیں گے بندات بنائیں گے، ان سب کیلئے اگر فنڈز ہوں گے تو بنیں گے اگر فنڈز نہیں ہیں تو آپ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور ہم اس stage پر ہیں اگر ہم اپنے عوام کی طرف جب جاتے ہیں کیونکہ ماضی کے ان ساٹھ، ستر سالوں کا جب ہم تجزیہ کر لیں تو آج بھی ایسے ایسے علاقے ہیں جہاں پانی، روڈ، بجلی، اسکول کوئی چیز میسر نہیں ہے تو لوگ آپ سے مانگتے ہیں اور انکا right ہے۔ اب میرے حلقے کے جو لوگ ہیں میں انکو جا کر کہے یہ بولوں کہ جی مجھے صوبائی حکومت میں قانون سازی کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے تو وہ مجھے بڑا آسان جواب دیں گے کہ جام کمال صاحب کیا آپ نے ہمیں پورے ضلع میں پانی، بجلی، روڈز، اسکول، ہسپتال دوائیاں نوکریاں۔ چلیں نوکری دوسرے فیکٹرز ہیں کیا یہ ساری چیزیں دے دی ہیں؟ تو میرا بڑا simple سا جواب ہوگا کہ ماضی میں حکومتوں نے ٹائم پورا نہیں کیا ہے تو وہ بولیں گے جس دن آپ یہ چیزیں پوری کر لیں گے پھر آپ قانون سازی ہی کر لیجئے گا۔ دنیا میں legislative business بالکل معنی رکھتی ہے لیکن at the cost کہ آپکے علاقے کے لوگ اور آپکے صوبے کے اندر جیسے ثناء بلوچ صاحب نے constitution کی شق

37-38 پڑھے، اُس میں state کا کیا کام ہے تعلیم، تحفظ، ہیلتھ، پانی، basic amenities آپ نے دینی ہیں اور ہم نہیں دے پائے ہیں۔ تو ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے کہ ہم نے اپنے عوام کو یہ ساری سہولتیں سب سے پہلے دینی ہیں اور وہ اس وقت ممکن ہوگا جب آپ کے پاس budgetary provision fund کی صورت میں ہوگا اور اگر نہیں ہے تو ایک بہت بڑا سوال بنتا ہے۔ اب یہ مسئلہ چونکہ ہمارا بھی ہے اور آپ کا بھی ہے اس سے نہ آپ بری ہیں نہ ہم بری ہیں۔ کیونکہ اگر یہ provisions نہیں ہوں گے تو آپ بھی perform نہیں کریں گے نہ ہم کر سکتے ہیں۔ جس طرح اسد بلوچ صاحب نے بھی کہا اور اپوزیشن کا بھی میں مشکور ہوں کہ وہ بھی ماشاء اللہ بہت ساری چیزوں میں ہم آہنگی سے اس پر بات رکھ رہی ہے۔ یہ اگر ہمارا jointل مسئلہ ہے تو اسکو ہم نے jointly address بھی کرنا ہے۔ اور اسکے لیے ترتیب کیا ہوگی طریقہ کار کیا ہوگا بہت ساری چیزوں پر ہمیں deliberations بھی کرنا پڑیں گی بہت ساری چیزوں پر ہمیں نئے plans بھی بنانا پڑیں گے۔ میں تھوڑا سا چونکہ پی ایس ڈی پی وینڈ اپ ہے ان چیزوں پر میں ہاؤس کو on board لینا چاہتا ہوں کہ آج دن تک اس پی ایس ڈی پی کے حوالے سے ہماری کیا پوزیشن ہے۔ اور مجھے خوشی ہے کہ کیبنٹ میٹنگ سے پہلے ہاؤس نے یہ ایجنڈا اٹھایا۔ اور ہاؤس میں یہ ایجنڈا اٹھا کے ہمیں پی ایس ڈی پی کو دیکھنا ہے۔ ماضی میں ماشاء اللہ، اس بات کا credit میں نہیں لینا چاہتا شاید ماحول ایسا ہے حالات ایسے ہیں جس کے حوالے سے میں اس بات کو بھی کہنا چاہا ہوں۔ ماضی میں شاید ایک ایجنڈا point نکلتا ہو کیبنٹ تو بہت دُور کی بات ہے پی ایچ ای یا ہیلتھ کی کسی کمیٹی کی بھی میٹنگ ہوتی تھی اُسکو بھی دو دو تین تین مہینے لگتے تھے۔ لیکن اس کولیشن گورنمنٹ کی seriousness ہے کہ اس ڈیڑھ مہینے کے اندر اس حکومت نے تین کیبنٹ میٹنگز کی ہیں جو میرا خیال، وفاقی حکومت کی گارنٹی میں نہیں لے سکتا وہ بھی شاید ایک دور میں۔ لیکن صوبائی حکومتوں کے لیول پر شاید پاکستان میں ایسا precedence کبھی نہیں بنایا جو آپ کے بلوچستان کی حکومت نے بلکہ آپ کی اس پوری اسمبلی جو بھی elected لوگ ہیں انہوں نے یہ ایک precedence کیا ہے اور یہ بہت بڑا جواب ہے یہ ان لوگوں کے لیے جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ جی بلوچستان میں شاید capacity نہیں ہے بلوچستان میں طریقہ کار نہیں ہے بلوچستان میں لوگ کرپشن میں involve ہیں۔ بلوچستان کا سیاسی سسٹم تباہ ہے بلوچستان میں قبائلیت اپنی زور پر ہے۔ لوگوں کو بیروزگار کر دیا ہے یہاں فلاں ہوتا ہے یہاں فلاں ہوتا ہے ہم صرف ایک میٹج دینا چاہتے ہیں کہ اگر آپ بلوچستان کے لوگوں کو صحیح سیاسی پلیٹ فارم دیں گے سیاسی اختیار دیں گے تو یہی بلوچستان کے لوگ آپکو وہ چیزیں بھی کر کے دکھا سکتے ہیں جو شاید کسی

اور صوبے میں نہ ہوں۔ اور اُسکی سب سے بڑی وجہ یہی ہے کہ آج ہم محسوس کرتے ہیں کہ ہم سیاسی حوالے سے زیادہ خود مختار ہیں بہ نسبت ماضی کے۔ تو یہ تین کمیٹیز جو تین کیبنٹ میٹنگز ہماری ہوئیں، ان میں ہم نے ایک چیز بڑی محسوس کی جو چھوٹے چھوٹے مسائل ہیں جن کے لئے کیبنٹ کی approval ضرورت ہے، مہینوں مہینوں pending میں پڑے ہوئے ہیں اور approvals نہیں ہو رہے ہیں۔ لیکن چونکہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ کیلئے ہم نے ایک مخصوص طریقہ کار رکھا تھا۔ تو پہلی میٹنگ میں بھی ہم نے یہ decide کیا کہ ہم سب سے پہلے اس پورے پی ایس ڈی پی کو address کریں گے۔ اور باقاعدہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اس پر sector wise کام start کیا کن کن چیزوں پر پی ایس ڈی پی کا الیکشن کیا ہے، پوزیشن کیا ہے financial اس پر approval اور expenditure کتنا ہوا ہے فی ریئل کتنا ہوا ہے کس process سے وہ منظور ہوا تھا کس سے نہیں ہوا تھا۔ تو سارے deliberations پہلی کیبنٹ کی کمیٹی میں ہم نے آگے forward کر دیا۔ second میں اسی کمیٹی نے اپنے سارے ڈیپارٹمنٹس سے مشترکہ معلومات لے کر پھر ہماری کیبنٹ کو بریف کرنا تھا۔ second کمیٹی میں بھی انہوں نے جو deliberations کیئے اور انہوں نے ہمیں پوری detail دی کہ فلاں فلاں ڈیپارٹمنٹ کے اندر جو ایک پوزیشن بنتی ہے اس میں ایک بڑی عجیب سی چیز سامنے آئی۔ اور میں آپ کو ایک چھوٹی سی مثال دوں گا کہ جو میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ میں ایسے ڈیپارٹمنٹ کو لوں گا جیسے سی اینڈ ڈبلیو ڈیپارٹمنٹ کے اندر 71 ایسی اسکیمیں تھیں، جن کو از سر نو PSDP کتاب سے نکال دیا گیا۔ یہ نئی اسکیمیں نہیں تھیں یہ وہ بھی نہیں تھیں جن کے اوپر شاید 5% یا 10% کام ہوا تھا یا financial خرچہ ہوا تھا۔ یہ وہ اسکیمیں تھیں جن پر 80% سے زیادہ financial خرچہ بھی ہو چکا تھا اور فی ریئل بھی ہو چکا تھا۔ تو صرف اس لیے محسوس کیا تھا کہ نئی اسکیموں کو جگہ دینی ہے۔ تو اب پرانی کہاں سے نکالی جائیں تو انہوں نے چلتی ہوئی اسکیموں کو بند کر کے side پر کر دیا اور omit کر دیا۔ یعنی آج میں اور آپ ان اسکیموں کو اگر پی ایس ڈی پی کتاب میں ڈھونڈنا بھی چاہیں تو ہمیں نظر نہیں آئیں گی کیونکہ وہ اس کتاب میں ابھی ہیں ہی نہیں۔ اور میں آپ کو یہ مثال دے رہا ہوں ایک ڈیپارٹمنٹ کی۔ ایریکیشن بھی اسی طرح ہے پی ایچ ای بھی اسی طرح ہے اور بہت سارے ڈیپارٹمنٹس ہیں۔ تو اس میں ہم نے decision لیا پہلے تو ہم نے کہا کہ یہ اتھارٹی کس کے پاس ہے جو اسکیم کو omit کرائیں آخر کسی نے اگر omit کیا ہوگا اس کتاب سے تو اس کا process ہوگا۔ کیبنٹ سے ہوا، اسمبلی میں لا کر کیا گیا، ACS صاحب نے کیا یا انکی کوئی ایسی کمیٹی ہے۔ تو باقاعدہ وہ process کا جو guideline ہم نے انکو دیا ہے تو وہ omission جو تقریباً

ساڑھے تین، چار سو اسکیمیں ہیں، کس بنا پر آپ نے نکالی ہیں؟ اور اس کا ایک اکاؤنٹ اسمبل سسٹم انشاء اللہ ابھی ہم بنا رہے ہیں کہ ہم باقاعدہ black and white میں discriminate کریں کہ یہ ذمہ دار لوگ کون تھے جنہوں نے بلاوجہ، بلا کسی process کے، بلا کسی need basis کے، بلا کسی کمیٹی کے assessment کے یا analysis کے آپ نے اٹھا کر یہ کتاب سے باہر کر دیں۔ ساتھ ساتھ اسی second cabinet میں یہ چیز بھی ہم ترتیب میں لائے کہ ہم نے بہت عرصے بعد، ایک کمیٹی ہے ایک بہت بڑا مانیٹرنگ سسٹم ہے جسے ہم کہتے ہیں چیف منسٹر انسپیکشن ٹیم اور ماضی میں ایک بڑی عجیب سی مثال تھی کہ جس افسر سے کام نہیں لینا ہے اسکو ادھر بھیج دیں۔ اور اس کی تفصیل جب ہم نے دیکھی تو بور یوں کی بوری رپورٹ بنی ہوئی ہیں فیلڈ میں گئی ہیں، افسران سے کام نہیں لیا جائے، سینئر آفیسرز۔ 20 گریڈ کے، 21 گریڈ کے، 19 گریڈ کے۔ یعنی ایک side-parking بن گئی تھی اور عجیب سی چیز ہے کہ side-parking کرنی ہیں تو چیف منسٹر صاحب نے، ایک دفتر بنایا ہوا ہے جسے CMIT کہتے ہیں ادھر park کرتے ہیں۔ تو اس CMIT کو ہم نے revise کیا ان کا چیئر مین ہم نے change کیا۔ اور ان چیئر مین صاحب کو ہم نے task دیا کہ سب سے پہلے تو آپ ایک کام کریں کہ جو 60 فیصد سے 80 فیصد اسکیمات ہیں، بلوچستان کی جو اس پی ایس ڈی پی میں on-going ہیں، ہمیں اس کا تو کچھ پتہ چلے کہ یہ کدھر کھڑی ہوئی ہیں؟ ان دنوں میں تقریباً 400 سے زیادہ اسکیمیں وہ کمیٹی دیکھ کر آئی ہے، inspect کر کے آئی ہے اور ہر اسکیم کی باقاعدہ ویڈیو بنائی ہے۔ سوشل میڈیا پر تو ہم نے share کیا ہے چونکہ یہاں نہیں ہیں لیکن کبھی انشاء اللہ آپ کی جب کمیٹی بنے گی آپ لوگ اسمبلی کی کمیٹی بنائیں گے اور اس میں آپ ہم سے شاید یہ بھی سوال کریں گے کہ جی CMIT نے جو بھی جہاں جہاں inspections کی ہیں تو وہ ہمیں ذرا progress دکھائی جائے۔ تو اسپیکر صاحب! on record! میں صرف اس کا ایک پورٹن لانا چاہ رہا ہوں کہ ایک ایسا اسکول ہم نے دیکھا اس ویڈیو کے تحت کہ اس کے جو pillar ہیں جن پر پورا structure کھڑا ہوتا ہے اس کو ایک آدمی جو انسپیکشن ٹیم کے لوگ ہیں کہ جی اسکول ذرا پتھر مارو تو pillar کو جب پتھر مارتا ہے تو وہ pillar ٹوٹنے لگتا ہے۔ یہ وہ pillar ہیں جن پر اس کی چھت بھی ڈھلنی ہے اور اس کے نیچے پتھر بچوں نے پڑھنا ہے۔ اور اسی طرح کچھ انہوں نے ہمیں یعنی کہ اسی ویڈیو میں ہم نے دیکھا کہ اتنے بڑے بڑے پتھر جسے ہم چھت بھرائی میں ڈالتے ہیں اتنے اتنے بڑے پتھر نکلے ہیں۔ اور یہ وہی CMIT ہے جس نے کوئی کام نہیں کیا تھا۔ اور باقاعدہ ہماری کیمینٹ نے decide کیا ہے کہ PSDP کی جتنی ایسی اسکیمیں ہیں جن پر یہ ٹیم وہاں گئی ہے یہ اپنی رپورٹ ترتیب

کر لگی۔ اور ہر اُس concerned sector کے ڈیپارٹمنٹ اور ٹھیکیدار کے خلاف پورا ایکشن لے گی۔ دوسری چیز جو CMIT رپورٹ میں، چونکہ PSDP میں related ہے ہم نے یہ دیکھا کہ وہ کتاب ادھر ہی چیئر مین صاحبان کھولتے ہیں۔ بڑا interesting ہے تو ٹھیکیدار سے XEN سے پوچھتے ہیں کہ جی اس پر اب وہ بلڈنگ سامنے plinth level پر کھڑی ہے اور وہ کتاب میں پڑھ رہے ہیں کہ اسکی چھت بھی بن گئی ہے اسکا دروازہ بھی لگ گیا ہے یہ رنگ و روغن بھی ہو گیا ہے، یہ اسکیم ہر لحاظ سے سو فیصد کمپلیٹ ہے۔ پیسے لے گئے ہیں اور گراؤنڈ پر وہ بلڈنگ plinth level پر کھڑی ہے جیسے ہمارے کسی دوست نے کہا بڑا اچھا identify کیا وہ کہتے ہیں کہ جی وہ lapse ہو جاتے ہیں۔ توجی وہ پیسہ lapse ہو کر سرکار کے پاس ہی آئیگا اور تو کہیں نہیں جائیگا۔ اب تو اُس ٹھیکیدار کے پاس چلا گیا ہے اب وہ ٹھیکیدار، یا نصیب! ایسے اگر چیئر مین یا کوئی CMIT چلی گئی اور اگر نہیں بھی گئی تو انہوں نے بولا کہ کسی نے پوچھنا بھی نہیں ہے۔ تو دوسرا سب سے بڑا factor ہم نے یہ کیا کہ CMIT بھی اپنا کام کرے۔ لیکن صرف CMIT تک محدود نہ ہو اُس ڈسٹرکٹ کا اور اُس ڈویژن کا کمشنر بھی اپنا ایک mechanism بنائے۔ کیونکہ آخر کار CMIT کے چیئر مین یا ٹیم کو ہمیشہ تو اُس ضلع میں نہیں رہنا ہے وہ تو ایک مہینہ دو مہینے میں ایک دفعہ جائیں گے۔ لیکن اُس concerned ڈپٹی کمشنر اور کمشنر کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ concerned departments کو بلا کر باقاعدہ اس PSDP کی ایک اسکیم کی verification کرائیں۔۔ (مداخلت۔ آوازیں) اور بالکل آپکو اعتماد میں لیکر کیونکہ آپکا حلقہ ہے۔ اُس کیلئے ضروری ہے اور ہر concerned XEN جو ابھی payment وہاں گئی ہوئی ہے یا سیکرٹری payment مانگے گا یا SE مانگے گا جو بھی ہوگا وہ in written دیگا اور responsibility اٹھائیگا پھر جا کر جو ساٹھ سے اسی فیصد کا جو ہم نے benchmark بنایا ہوا ہے کہ PSDP میں جو on going schemes کے پیسے دینے ہیں وہ ساری اس process سے شروع ہوگی جن پر کام already شروع ہو چکا ہے۔ جناب اسپیکر! جو طریقہ کار ہمیشہ بہت سارے ممبرز نے بھی بات کی ہے۔ کوئی criteria نہیں ہے ضلع کے اوپر poverty index کیا ہے ضلع پسماندہ کتنا ہے اُسکی پسماندگی کتنی دور ہوئی ہے اُسکا area کتنا بڑا ہے چھوٹا ہے۔ ماضی میں یہ benchmark ان میں سے ایک بھی نہیں ہے ماضی میں benchmark صرف ایک تھا کہ کس شخص کو، میں ایم پی اے بھی نہیں کہوں گا کیونکہ اس PSDP میں ایسی اسکیمیں بھی ڈلی گئی ہیں جو ایم پی اے نے بھی نہیں ڈالی ہیں لوگوں نے ڈالی ہیں، ٹھیکیداروں نے ڈالی ہیں XEN's نے ڈالی ہیں۔ خُدا یعنی کہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ کس نے ڈالی ہیں۔ تو ایسی ایسی اسکیمیں ڈالی

ہیں جنکا کوئی process کوئی طریقہ کار ہی نہیں ہے اور صرف اس بنا پر ڈالی ہیں کہ اُن کا ایک اثر و رسوخ یا تو سیاسی ہوگا یا کوئی انفرسٹ ہوگی۔ اور تیسرا کوئی factor نہیں ہے تو اُس حوالے سے اب جب یہ factor بنے گا PSDP بنانے کا جو ایک صوبے کا۔ میں اتفاق کرتا ہوں ثناء بلوچ صاحب کے ساتھ کہ PSDP میں ایک سال کا کوئی پروگرام نہیں ہوتا کہ آپ نے ایک روڈ بنادی۔ آپکا provincial sector میں جو پلان ہوتا ہے یہ آپکی next coming generations کیلئے ہوتا ہے۔ اور پھر اُسکو ذہن میں رکھتے ہوئے short term، medium term، long term پلان آپ بنا سکتے ہیں پھر جا کر اُس پر آپ اپنا بجٹ allocation کرتے ہیں اس طرح پھر آپکا یہ سلسلہ آگے چلتا ہے۔ یہاں تو ماضی میں کوئی بیس مارک نہیں تھا اور اسی بیس مارک کے نتیجے میں آج ہم جس نتیجے پر کھڑے ہیں۔ یہ سب اُسکا نتیجہ ہے کہ ہم نہ financial position میں ہیں نہ PSDP کی پوزیشن میں ہیں۔ سلیکشن بورڈ کا process ویسے تو جس طرح کورٹ نے بھی decision دیا ہے۔ یعنی کہ آپ صرف اس بات پر غور کریں کہ P&D کا ایک process بھی اُس میں complete نہیں ہے۔ سولہ سو ایسی اسکیمیں ہیں مجھے تو حیرت اس بات پر ہے کہ وہ book کا حصہ ہیں۔ چونکہ کچھ آفیسرز کے خلاف انہوں نے ایکشن بھی لیا ہے۔ ہم نے بھی بہت سارے لوگوں کو تبدیل کیا۔ ابھی ہم نے ایک نیا ACS اپوائنٹ کیا ہے جو اس پر پوری deliberation کر رہا ہے اُنکی ٹیم کر رہی ہے۔ اور ہم چاہتے ہیں کیونکہ اس کے اندر groupings بہت زیادہ ہیں، پلاننگ ڈویژن کے اندر باقاعدہ چھ، سات سیاسی گروپس ہیں جو ہر طرف کام کرتے ہیں کوئی PSDP اپنی طرف کھینچ کر لے جاتا ہے کوئی اپنی طرف لے جاتا ہے۔ تو باقاعدہ ایسی چیزوں کی identification ہوگی کمیٹیز انشاء اللہ آپکی ہماری form ہوگی joint بھی بنے گی۔ کیونکہ یہ پرابلم ہم سب کا مشترکہ ہے اور اس کو ہم ignore نہیں کر سکتے۔ ہم یہ نہیں چاہتے کہ پانچ سال بعد یا تین سال بعد چار سال بعد یہ حکومت جو بھی طریقہ ہو یا ہمارا جو پانچ سال کا اس ہاؤس کا ٹین اوور ہے۔ ہم چلے جائیں اور لوگ بولیں جی انہوں نے بھی وہی کام کیا جو ماضی میں لوگ کرتے تھے۔ تو باقاعدہ ہم آپکی suggestion بھی اور بہت ساری میں نے یہاں دیکھی ہیں۔ اور وہ اُس پر آتے ہوئے میں ضروریات کرونگا۔ تو اس میں بہت ضروری ہے اب اس financial crisis سے اس PSDP کو کس طرح نکلنا ہے۔ ایک تو ہم نے یہ decide بڑے طریقے سے جیسے ایک ہمارے دوست نے کیمینٹ میں مشورہ دیا تھا کہ یہ نئی اسکیمیں جتنی بھی ہیں انکو ہم ایک ایک کر کے سب کو ختم کر دیتے ہیں کیونکہ اُنکی کوئی تک نہیں بنتی یا پھر ہم ایک re-evaluation system بنائیں۔ ان میں ہو سکتا ہے بہت ساری ایسی اسکیمیں ہوں جو

اُس area کی ضرورت ہوں چاہے کسی نے بھی دیئے ہوں ہو سکتا ہے ماضی میں کسی ایسے شخص نے دیئے ہیں۔ اور میں اور آپ بھی یہ سمجھیں کہ ٹھیک ہے جی۔ اگر میں بھی شاید اس گورنمنٹ میں تجویز دیتا تو اسی روڈ کا دیتا۔ تو یہ صحیح ہے اسکو ہونا چاہیے یا اسکول کو ہونا چاہیے یا پانی کی اسکیم کو ہونا چاہیے۔ تو یہ اس لیے کہ evaluation ایک پورا process، اُس پر کام ہو رہا ہے۔ اور اسکو authenticity سب نے کر کے، ہم نے دینی ہے۔ تو یہ ہو رہا ہے جی۔ اس پر ایک پوزیشن ہے انشاء اللہ چونکہ ہم اس fast-mode میں ہیں ہم کوشش کر رہے ہیں کہ تقریباً ہر دن، پندرہ دن میں اپنی کینٹ کی میٹنگ بار بار لائیں تاکہ کینٹ نے یہ سارے decisions کرنے ہیں۔ اور اگر کینٹ اپنے decisions نہیں کرے گی تو حکومت بلوچستان کی سرکار کی ساری maintenance pending میں جائیگی۔ تو finally اب انشاء اللہ جو ہماری یہ فورٹھ کینٹ میٹنگ میں اسکا طریقہ کار بنے گا اُس پر بہت ساری چیزیں بہت حد تک clear واضح ہو جائیگی۔ اور انکو پھر as a report form آپ سمجھ لیں۔ بلکہ اُسکے لئے میں آپ سے کہوں گا کہ ہاؤس ریکوزیشن کر لیں کہ جو بھی آپ کی اگر ایک کمیٹی ہوتی تو بہت اچھا ہوتا۔ جیسے ثناء صاحب اور باقی ممبر نہیں تھے میں نے یہی request کی کہ ابھی ہائی ٹائم آ گیا کہ آپ اپنی کمیٹی بنائیں۔ کیونکہ ہم گورنمنٹ feel کرتی ہے کہ ہماری بھی accountability-through آپ کی کمیٹی ہی ہوگی ان کمیٹی میں ہم آئیں گے ہمارے منسٹرز اور ہمارے سیکرٹریز آئیں گے آپ پوچھیں گے وہ بتائیں گے پھر آپ کی ایک رپورٹ ترتیب ہوگی جو اس ٹیبل پر ہوگی۔ ہر مہینے آپ کی آٹھ، دس رپورٹس مختلف، جیسے ہم نے ایجوکیشن، PHE اور لاء اینڈ آرڈر کی بات کی۔ تو یہ ساری رپورٹس جب ایک مہینے کے اندر ان tables پر آنا شروع ہوگی اور سارے ممبر جب اُس کا حصہ ہونگے تو چیزیں تقریباً میرے خیال میں ستر فیصد clear ہو جائیگی اور تیس فیصد ہم ان چیزوں پر آئیں گے جہاں ہم feel کریں گے کہ اب یہ کام ہونا چاہیے۔ اب تو ہاؤس بھی inconfidence اسی لیے نہیں ہے اس کو پتہ نہیں ہے کہ ہو کیا رہا ہے اور گورنمنٹ تو بہت ساری چیزیں کر رہی ہوگی۔ لیکن گورنمنٹ اور ہاؤس کی جو relationship ہے وہ کمیٹی سے بنتی ہے۔ اور وہ کمیٹی اگر آپ اگلے تین، چار مہینے تک فعال نہیں کریں گے تو یہ ہاؤس in-effective ہو جائیگا۔ میں پھر request کروں گا کہ آپ جلد از جلد اپوزیشن گورنمنٹ بیٹھ کر ہم تقریباً اس ہفتے کے اندر یہ ساری کمیٹی فائل کر دیں پارلیمانی سیکرٹریز فائل کر دیں اور ہاؤس کے فنکشن کو speedup اسکے through کریں تاکہ یہ سب ممبرز اپنا ایک کردار ادا کریں، اُس میں بیٹھیں سیکرٹری کو سنیں منسٹر کو سنیں ہمیں سنیں کچھ رپورٹس پڑھیں کچھ presentation لیں پوچھیں ہم سے کہ جی آپ کی CMIT گئی تھی تو بتائیں

ذرا۔ آپ نے بڑی تقاریر کیں بڑی ویڈیوز ہیں ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں واقعی ویڈیوز ہیں یا صرف آپ لوگوں نے تقریریں کی ہیں۔ ہم لوگ فلاں جگہ گئے یا ایجوکیشن میں آپ کی پالیسی کیا آئی ہے ہیلتھ میں کیا آئی ہے بہت ضروری ہے۔ اچھا یہ ہمارے لیے بھی ضروری ہے گورنمنٹ کیلئے فنکشنل کیلئے بہت ضروری ہوتا ہے کہ ایک vibrate-positive-effective اپوزیشن کام کرے ورنہ ہم بھی stall ہو جاتے ہیں یعنی کہ ہم سے بھی سوال جواب نہیں ہوگا ہم بھی اپنے routine کاموں میں لگ جائینگے۔ تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ یہ جو vibrancy آپ کی اپوزیشن میں ہے اس کو آپ channelize کریں through آپ کی committees، اور انکو جلد از جلد لائیں۔ اس PSDP کے اندر ایک اور نئی چیز ہم نے اشارٹ کی ہے جس پر تھوڑی بہت روشنی سردار عبدالرحمن کھیتراں صاحب نے ڈالی اور ہم نے کہا، feel کیا یہ ضروری بھی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے مکران ڈویژن کا ایک بہت بڑا visit کیا تقریباً ہم نے تین دن پورے وہاں گزارے۔ اور سب سے بڑی خوشی مجھے اس پروگرام میں ایک نوعیت کا مختلف لگا۔ جب ہم تربت پہنچ رہے تھے تو ہمارے ساتھ تقریباً چار ہمارے وزرا ایسے تھے جو بلوچستان سے تعلق رکھتے ہیں۔ باتوں باتوں میں میں نے ان سے کہا آپ لوگ تربت کب آئے تھے؟ انہوں نے کہا ہم تو زندگی میں پہلی دفعہ آئے ہیں۔ تو مجھے بڑی ایک عجیب سی حیرت ہوئی کہ ہمارا صوبہ ہے اور ہم اپنے صوبے کو بھی نہیں جانتے۔ جب ہم گوادر گئے تو کچھ ہمارے آفیسرز بھی ہمارے ساتھ ایسے تھے جب میں نے ان سے پوچھا کہ آپ گوادر کب آئے؟ تو کہتے ہیں کہ جی ہم زندگی میں پہلی دفعہ آئے ہیں۔ جب ایک کینٹ بشمول چیف منسٹر اور بہت سارے افسران ایسے ہوں جو بلوچستان میں گئے ہی نہیں ہیں تو میں اور آپ کیا منصوبہ بندی بنائیں گے؟ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم نے ایک routine اسکو بھی انشاء اللہ بنانا ہے۔ اور ہمیں خوشی ہوئی کہ گوادر کے اس پورے tour پر اپوزیشن کے ممبر حمل کلمتی صاحب ہر جگہ ہمارے ساتھ تھے۔ اور اچھائی اس بات میں یہ ہے کہ آج جب ہمارے منسٹر ہیلتھ ہمارے منسٹر PHE ہمارے آئی ٹی کے منسٹر ہمارے سپورٹس کلچر کے منسٹر انفارمیشن منسٹر اور باقی حضرات وفاقی، میڈم زبیدہ جلال صاحبہ بھی تھیں۔ آپ کے PHE کے منسٹر کا تعلق حالانکہ زیارت سے ہے ڈٹر صاحب۔ لیکن آج جب گوادر کے پانی کا مسئلہ یا پستی کے پانی کا مسئلہ ہے۔ تربت کے پانی کے مسئلے کیلئے ڈیپارٹمنٹ ایک proposal لائے گا۔ تو ڈٹر صاحب کو ہی پتہ ہوگا کہ انہوں نے فیصلہ کیا کرنا ہے؟ وہ یہ نہیں کہیں گے as proposed بلکہ ہو سکتا ہے وہ فائل میں یہ لکھیں گے کہ یہ اسکیمات کیوں شامل نہیں ہیں۔ کیونکہ میں اس tour پر جب پستی گیا میں جب کلمت گیا یا گوادر گیا یا تربت گیا تو میں نے یہ چیزیں نوٹ کیں تو یہ کیوں حصہ نہیں ہیں انکو حصہ ہونا چاہیے اور اسی کو کہتے ہیں

حکومت کے چلنے کا طریقہ۔ ہماری کوشش ہے انشاء اللہ یہ میں اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ یہ بھی PSDP کا ایک حصہ ہے انشاء اللہ یہ tours ہمارے بنیں گے۔ اور اسی طرح ہیلتھ کا کہ جب ہمارے منسٹر نے اپنی health facilities کی بریفنگ لی یا ہمارے فٹریز کے منسٹر نے اپنے فٹریز کی بریفنگ لی یا دوسرے محکموں نے لی۔ تو انکو پہلی دفعہ پتہ چل رہا ہے کہ چیزیں کہاں in place ہیں۔ سرکار کے جانے کا ایک بہت بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ جب آپ خود اپنے سسٹم کی مالکی کرتے ہیں تو system responsive شروع ہوتا ہے۔ اسپیکر صاحب! آج اگر یہ ہاؤس یہ چیز آپ interest لیں گے اس ہاؤس میں تو اس ہاؤس کی value بڑھتی ہے پھر لوگ اس ہاؤس کو serious لینا شروع کرتے ہیں پھر لوگ اور ڈیپارٹمنٹس پابند ہوتے ہیں کہ انہوں نے جوابات دینے ہیں ٹائم پر دینے چاہئیں میٹنگز میں آنا ہے گیلری میں بیٹھنا ہے منسٹرز پابندی محسوس کرنا شروع کریں گے کہ جی اگر ہم نے ان سوالات کے جوابات نہیں دیئے تو ایک بڑا شور بلہ گلہ ہوگا۔ لیکن اگر آپ کی چیز ان چیزوں کو relax نہیں کرتی جائیگی تو پھر یہ ہال بھی خالی ہوتا جائیگا۔ اور یہی سسٹم سرکار کا بھی ہے کہ جب منسٹر، سیکرٹریز، وزرا اور مشیر لوگ، جب ان ڈسٹرکٹس میں نہیں جائیں گے تو پھر وہاں ڈسٹرکٹ کی یہ situation ہے کہ ڈی سی بھی دیکھے گا کہ جب وزیر نہیں جاتا پھر میں کیوں جاؤں۔ اور اسی طرح XEN ہے اور اسی طرح ایسی ایسی جگہوں پر آپ لوگ یقین کریں جس طرح سردار صاحب نے کہا۔ افسوس ہمیں اپنے آپ پر ہورہا ہے بنے بنائے انفراسٹرکچر یعنی کہ آپ اس بات کا اندازہ لگائیں عمان گرانٹ تقریباً کوئی چالیس ملین ڈالر کی تھی، چالیس ملین ڈالر کا پراجیکٹ بلوچستان کو دیا گیا۔ اب اُسکی situation آپ دیکھیں کہ ہمیں پہلے پتہ چلا جی عمان گرانٹ سے پسینی میں ایک ہاسپٹل ہے اُسکو دیکھنا ہے پہلے تو ہم ایئر پورٹ روٹ سے گئے میں نے کہا جی پسینی شہر کا راستہ یہاں سے تو نہیں جاتا، ہم تو عموماً main راستے سے گئے ہیں۔ بولا نہیں جی یہ ہاسپٹل تھوڑا ہٹ کر ہے جس طرح سردار صاحب نے بتایا یقینی طور پر وہ شہر سے اتنا دور ہے کہ اگر وہاں مریض آنا بھی چاہے تو وہ نہیں آئیگا۔ صرف ایک ہسپتال پسینی میں وہ بھی تقریباً آٹھ، دس کلومیٹر شہر کی باؤنڈری سے دُور ایک پہاڑ کے نیچے ہے جہاں کیسکو کی بجلی لائن بھی نہیں ہے جہاں اسکے ریزیدنشل کوارٹرز بھی نہیں بنے ہیں جہاں پانی بھی نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ ہسپتال کا ایک انفراسٹرکچر خوبصورت تھا ابھی یہ الگ بات ہے کہ کتنے دُور پر بنایا ہے وہ موجود ہے ہم اُسکے اندر جب گئے وہ اتنی بڑی facility ہے آپ سوچ بھی نہیں سکتے میرے خیال میں آپ کے سیکرٹریٹ سے بھی بڑا ہے اور بیچ میں کھڑا ہوا ہے۔ جب اُس کا پلان بتایا گیا تو اُس کا ریزیدنشل اور باقی جو پروگرامز ہیں وہ اس پورے انفراسٹرکچر سے تین گنا بڑے ہیں۔ میں نے کہا جی یہ پیسے آپ لگا لیتے اور

اس ہسپتال کوٹھیک کر دیتے اور اسکے OPD میں یومیہ تین چار سولوگ آتے اُنکو بہت فائدہ ہو جاتا۔ لیکن یہ تو نہ آپ کے فائدے میں ہے نہ ہمارے فائدے میں۔ ایک صاحب presentation دے رہے تھے میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کون ہیں تو اس نے کہا کہ میں کنسلٹنٹ کا کوآرڈینیٹر ہوں۔ تو میں نے کہا کہ پھر آپ presentation کیوں دے رہے ہیں؟ کہتے ہیں جی چونکہ مجھے اسکا زیادہ علم ہے اور میں شروع سے رہا ہوں میں پہلے PD تھا جب ریٹائرڈ ہو گیا تو مجھے کنسلٹنٹ نے بولا اب آپ میرے کوآرڈینیٹر بن جائیں، اب میں سرکار اور اُس کمپنی کے لوگ اور عمان گرانٹ کے بیچ میں کوآرڈینیشن کرتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ PD کون ہے، PD صاحب پیچھے کھڑے تھے۔ ماشاء اللہ جس زمانے میں وہ اس کے PD بنے، وہ PHE کے SDO تھے۔ تو PHE کا Ex-SDO اُس زمانے میں PD بنا، اور عمان گرانٹ کے پروجیکٹ کا PD ہے۔ تو یہ ہمارے ماضی کے کمالات ہیں جن کی وجہ سے آج بلوچستان یہاں کھڑا ہے۔ تو PD صاحب سے میں نے کہا کہ presentation آپ دیں۔ تو وہ بہت ایک confused state میں تھے کہ وہ presentation یہاں سے شروع کریں یا وہاں سے شروع کریں۔ تو ہم نے کہا عمان گرانٹ کی ایک پوری presentation آپ کوٹھیک میں ابھی آ کے ہمیں دیں۔ اور کیسکو چیف کو ہم نے فون کیا کہ اس کے لئے آپ نے ابھی تک کیوں لائن نہیں دی ہے۔ پیسے ڈیڑھ سال سے دیئے ہوئے ہیں کنکشن نہیں دیا جا رہا ہے، کیونکہ کسی نے بولا ہی نہیں ہے۔ وہ PD صاحب بھی میں نے کہا last-time کب آئے، تو اُس کے بھی سات مہینے گزر گئے تھے۔ یہ چھوٹی سی عمان گرانٹ کا میں آپ کو بتا رہا ہوں۔ اسی طرح پسپائی کے اندر desalination plant 2007 کا بنا ہوا ہے بلڈنگ تیار ہے بہت اچھا پلانٹ موجود ہے سب کچھ تیار ہے کوئی effective نہیں ہے فٹ کے لئے ایک مل بنی ہوئی ہے جو ineffective ہے۔ آپ کا جو ایک پورا desalination plant بنا ہے آج اگر وہ کام کر رہا ہوتا تو کم از کم گوادر شہر میں پانی کا کوئی issue نہیں ہوتا اُسکے اندر آج بھی اتنی capacity ہے کہ وہ چل جائے تو گوادر کے پانی کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ لیکن وہ پچھلے آٹھ سالوں سے بند پڑا ہوا ہے اُسکے حمز بیڑا ایسے پڑے ہیں۔ تین بلڈوزر ادھر پیک کھڑے تھے۔ لیکن ماضی میں کسی کو احساس نہیں تھا یا گئے نہیں یا جو بھی وجہ ہو سکتی ہے۔ تو اُنکے حوالے سے، ایسے گوادر کے اندر بہت ساری جگہوں پر ہم گئے وہاں ایک سیوریج پلانٹ بنا ہوا ہے، کیسکو activation نہیں کر رہی ہے۔ واقعی اربوں روپے ضائع کر دیئے، اب وہ کوئی اچھی بات سوچ رہا تھا کہ شاید وہ کر رہے ہیں، کہ جی انکو ضرورت پڑیگی۔ گوادر میں آپ نے سپورٹس کمپلیکس بنایا ہے جو شہر سے تیس کلومیٹر دور ہے وہاں پچھلے پانچ سال میں کسی نے، اور میں نے پھر اُن سے پوچھا

وہ ہماری گوادر ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے جو ہیڈ تھے۔ میں نے کہا کہ جی اسکو بنے ہوئے کتنا عرصہ ہو گیا؟ بولا چھ یا سات سال، میں نے کہا اس میں کتنے سپورٹس کے events ہوئے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ صرف ایک event وہ بھی جیپ ریلی والوں کا ہوا تھا جو کہ اُدھر کا سپورٹس نہیں ہے، انہوں نے ایک فنکشن کرنا تھا تو اُس اسٹیڈیم کے چونکہ بہت بڑا اسٹیڈیم تھا اُس میں جا کے فنکشن کیا۔ sports activity اُس میں کوئی نہیں ہوئی ہے لیکن ایک بہت بڑی عمارت پتہ نہیں اسی، نوے کروڑ کی وہاں کھڑی ہوئی ہے۔ شاید اور اسی کے پاس میں اُس زمانے میں declare کیا گیا کہ گوادر winter capital ہوگا۔ without realization حالانکہ ہمارے کچھ ممبرز وہاں بیٹھے تھے جو اُس حکومت کا حصہ تھے۔ میں نے کہا یہ winter and summer concept انگریزوں کے دور میں ہوتا تھا اس زمانے میں بجلی نہیں تھی heating کا پرالیم بھی تھا، وہ دیکھتے تھے کہ جی ابھی قلات میں اگر ٹھنڈ ہے تو ڈھاڈر کا سیزن آ گیا وہاں جائیں اور گرمیوں میں ڈھاڈر اور سبی کے لوگ وہ زیارت اور ایسے علاقوں کی طرف آئیں تاکہ energy saving ہو۔ آج کل تو دنیا میں heating ہے AC ہے دوسرے آلات ہیں، تو اتنا بڑا سیکرٹریٹ آپ اٹھا کے وہاں لے جائینگے، impossible۔ تو انہوں نے تین بہت بڑی بلڈنگز بنائیں جو آج تک ناکارہ ہیں اور ایسے ہی پڑی ہوئی ہیں۔ تو میں feel کرتا ہوں کہ یہ PSDP صرف ایک مقصد کیلئے بنتے تھے کہ کنکریٹ کام کر کے ٹھیکہ کسی اور کو دے دیں۔ افادیت، پلاننگ، طریقہ، ضرورت، لوگ، کوئی criteria نہیں ہے۔ آپ کی بات بالکل صحیح ہے جو آپ نے بڑی چیزیں بتائیں کوئی criteria نہیں بنایا۔ روڈز، میرے خیال میں 20 سے 30 ارب روپے کی روڈز اُس سیکشن جس کی میں بات کر رہا ہوں اور مجھے اُن روڈز کا اس لئے پتہ ہے کہ ہم جب ایک سال، دو سال پہلے گوادر گئے تھے تو ان کچے راستوں میں نکل گئے تو ہر جگہ ہم نے دیکھا کہ ایک کچی روڈ جا رہی ہے، بلیک ٹاپ۔ تو بھائی یہ کوئی روڈ ہے؟ تو بولا جی یہ کام آئیگی۔ اور آج اُن روڈوں کی یہ حالت ہے کہ 60% اُن اوپر ریت پڑ گئی ہے اب اس ریت کو ہٹانا بھی ہوگا تو اُس کے لئے بھی ایک ٹنڈر ہوگا خود تو نہیں ہٹے گی۔ اور جب آپ بلڈوزر یا کوئی مشینری اُس ریت کو ہٹانے کیلئے لگائیں گے تو اس کی surface خراب ہوگی پھر آپ ایک اور ٹنڈر کریں گے کہ جی وہ ریت ہٹانے کا ٹنڈر تھا اور یہ روڈ کی surface جہاں جہاں سے خراب ہوئی ہے اب انکی چچنگ کی بھی ضرورت پڑے گی۔ تو ماشاء اللہ پلاننگ کا جو ہمارا طریقہ ہے، وہ ماضی میں گزرا ہے، تو جس صوبے میں اس طرح کا ظلم ہوا اور ہمیں اپنے آپ کو بھی کوسنا چاہیے ہم دوسروں کو کوستے ہیں غلطیاں اور ان سب چیزوں میں آفیسر بھی ہمارے رہ رہے ہیں اور سیاسی لوگ بھی ہمارے رہ رہے ہیں decision maker بھی ہمارے رہے ہیں

ہم اس کا خود حصہ ہیں اور جس طرح کھیتراں صاحب نے صحیح بات کی انہوں نے کہا ”کہ جام صاحب جو پیسہ گوادر پر لگا ہے یہ اگر بارکھان پر لگ جاتا تو بارکھان دہی تو نہیں بنتا، لیکن اُس سے سیکنڈ نمبر پر شارچہ جیسی چیز تو ضرور ہوتا۔“ یعنی اتنا بے حد پیسہ، ہم روپے سے ڈالر کی طرف گئے ہیں اور ابھی بھی ہو رہے ہیں۔ پتہ نہیں اب اُس کی منصوبہ بندی کس پلاننگ کے تحت ہے۔ اور افسوس اُس سے بڑھ کر آپ کو حیرت ہوگی جس شہر کو آپ نے آباد کرنا ہے، اُن لوگوں کی زندگی آج بھی آپ دیکھ لیں، اُنکی ساری گلیاں کچی ہیں وہاں نالیاں نہیں ہیں نہ اُن کے لئے پینے کا پانی ہے۔ main گوادر شہر کا آپ کا جو ایریا ہے اُس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ پہلے اُن کو خوش کرتے اُنکی زندگیاں بہتر کرتے اور پھر ہم اسی طرح باہر کی طرف جاتے۔ تو آپ، بلکہ تھے نہیں ہمارے کچھ ممبرز بھی آئے، تجویز تھی کہ ہمیں 18 سال کے PSDP کا وائٹ پیپر بنا کے دیں تاکہ ہم کم از کم اپنی ذمہ داری تو لیں بلکہ ماضی میں جو ہوا ہے اُس پر ہم joint working بھی کر سکتے ہیں اُس کا طریقہ کار بھی بنا سکتے ہیں انشاء اللہ۔ کچھ ممبرز ہیں چونکہ اپنی deliberations کی ہیں، باتیں بھی کی ہیں اور ان تین چار سیشن میں اپنے کوئی خدشات ہونگے کوئی suggestion ہوگی۔ اسی طرح زیرے صاحب نے شاید بروج عزیز خان ڈیم کی بات کی، کچھ چیزوں کے حوالے سے کونٹہ کیلئے یا اس کے گرد و نواح کیلئے ضروری ہے بالکل inconsideration یہ ساری چیزیں ہم لا رہے ہیں، کونٹہ میں پانی کا بہت بڑا ایٹھو ہے اسکو solved کس طرح کیا جائے۔ اور واقعی بڑا، ایک تو ہم نے drop-off کر دیا، ایک بہت بڑی اسکیم تھی۔ again صرف اس لئے بن رہی تھی کہ ٹینڈر کرنا تھا اور ٹھیکہ کسی کو دینا تھا۔ چالیس ارب روپے کا کنٹریکٹ تھا پٹ فیڈر 3 سو کلومیٹر سے پائپ لائن کے ذریعے کونٹہ کے لئے پریکٹیکل اور فینریکل، ابھی بھی سب میں ایک پروجیکٹ چل رہا ہے، اور میرے دوست شاید سیکنڈ کرینگے۔ جس علاقے سے آپ لے جا رہے ہیں، وہ تو سارے پیاسے ہیں۔ وہ لوگ تو پائپ لائن نہیں چھوڑیں گے، لوگوں نے ابھی سے اس میں سوراخیں کرنا شروع کر دی ہیں اور اس سے پانی کونٹہ نہیں پہنچتا بلکہ بیچ میں ضائع جاتا ہے۔ اور ہمیں بھی یہی لگا کہ اس کا future بھی یہی ہوگا۔ کیونکہ تین ہزار ایلویوشن کے اوپر آپکا پلانٹ ہوگا اور یہ جس چڑھائی پر جائیگا جب آپ اُسکو پمپ کریں گے تو پانی کی جہاں جہاں سے leakage ہے تو تھوڑا اور بھی وہاں سے نکلے گا۔ سکندر خان صاحب نے تکتو mountain areas کا کہ اُدھر بھی کچھ options نکل سکتے ہیں، تو اُس حوالے سے بھی اُسکو انشاء اللہ expedite ضرور کریں گے۔ پھر ہمارے آج کے سیشن میں بھی کچھ deliberations چلی ہیں میرے خیال میں دوستوں نے کی ہیں، کچھ points میرے ذہن میں تھے، ایک تو مبین خلجی صاحب نے کہ یہ

accept نہیں ہے۔ یہ اگر وہ add کر دیتے کہ ماضی کی حکومت کا PSDP ہمیں accept نہیں ہے۔ کیونکہ ہم نے تو یہ PSDP بنائی ہی نہیں ہے، اُن کی بات سے میں agree کرتا ہوں۔ کہ یہ جو PSDP بنی ہے اس کا نہ کوئی mechanism ہے نہ کوئی structure ہے اُسی پر ہم سارے deliberations کر رہے ہیں، اور اُن کی پارٹی کی نمائندگی اُسی کا بینہ میں ہے اور jointly ہم نے decision لیا ہے۔ اور فضل آغا صاحب نے کہا کہ بلوچستان میں offices کا ایک بہت بڑا ایشو ہمیشہ سے رہا ہے۔ آپ کی بات ٹھیک ہے اسی بلوچستان کے officers ہیں، اُن سے کام نہیں لیا گیا ہے sideline تھے اور پھر ایسے لوگوں کی ضرورت پڑی۔ جن سے شاید دوسرے کام تھے، یا کیا وجہ تھی، جو ایریاز ہیں جہاں اُن کو نہیں ہونا چاہیے اُن ایریاز میں آ کے بیٹھے، بہت بڑی exercise ہے لیکن اس exercise کو ہم نے start ضرور کیا، ٹائم ضرور لگے گا، کیونکہ replacement بھی بڑی important ہوتی ہے کہ ہم کسی جگہ پر، اگر totally vacant بھی کر دینگے تو پھر functionality بھی بہت جگہ ختم ہو جائیگی۔ لیکن ہم sure ان ایک ڈیڑھ مہینہ میں بہت سارے positive ہونگے کہ concept clear ہے کہ کام کرنا ہے perform کرنا ہے اپنی ذمہ داریوں کو ٹھیک کرنا ہے۔ اور جو اُس criteria پر چلے گا میرے خیال میں نہ اپوزیشن کو کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ہی ہمیں ہوگا۔ کیونکہ سب سے بڑی جو سفارش ہے ایک طرح سے وہ ہماری جاتی ہے اور لوگوں کی نہیں جاتی، لوگ approach کریں گے۔ تو اسی طرح میں نے منسٹر سے بھی request کی تھی اور ممبرز سے بھی کہ لوگ approach کرنے کا پورا بہت زبردست medium ڈھونڈتے ہیں اور وہ ایسے طریقے سے آپ کو approach کریں گے۔ through ایسے mechanism کریں گے کہ آپ کو اُن لوگوں کو نہ کرنا بڑی مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ سیاسی لوگ ہیں، مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں لیکن کم از کم اگر ہم کچھ criteria set کر لیں کہ ہم جس پوسٹ کے اوپر جس بندے کو لگانے جا رہے ہیں اُسکے کرنے اور نہ کرنے سے میرے حلقے کے ووٹرز پر فرق نہیں پڑیگا۔ تو میرے خیال میں ہم کچھ اچھے decisions اچھے آفیسرز کے کر سکتے ہیں کم از کم ایک آفیسر ایسا ہو جو قابل ہو جو سسٹم کو سنبھال سکے۔ ٹھیک ہے ایک need اپنی طرف ہے لیکن اُس ضلع کی بھی کچھ needs ہیں کہ وہاں سکول صحیح چلیں، ہسپتال صحیح چلیں، آفیسرز اپنا کام کریں۔ کیونکہ یہ mechanism سرکار کا جب کام کریگا۔ تو آپ کے لوگ خوش ہونگے اگر آج اس سیکرٹریٹ میں یہ سارا mechanism ہم ختم کر دیں کہ سیکرٹری صاحب بھی یہاں سے ہٹ جائیں یہ سارا سسٹم بھی ہٹ جائے، اور اکیلے اسپیکر صاحب اور ہم بیٹھ جائیں تو یہ سسٹم چلے گا ہی نہیں۔ تو ہمیں پورا mechanism in-place کرنا ہے جس سے لوگوں کی

افادیت تھوڑی بہت بنے گی۔ اب شاید مذاق میں اسد بلوچ صاحب نے کہا تھا ابھی موجود نہیں ہیں کہ گوادر آپ جب جائیں تو لوگ کہتے ہیں کہ جریکین لائیں لیکن ہم نے وہاں عجیب سی situation دیکھی۔ ساڑھے تین ارب روپے سال کا پی ایچ ای ڈی پارٹنمنٹ ان ٹیکنرلز کے لئے کیش خرچ کر رہا ہے، دن کا 70 لاکھ روپے کا خرچہ ہے۔ تو پی ایچ ای کے صاحب کھڑے تھے تو ہم نے کہا کہ لوگوں سے کتنی فیس لیتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ جی ہم کوئی فیس نہیں لیتے۔ تو میں نے کہا کہ آپ کیوں نہیں لیتے؟ کہا کہ جی کبھی کسی نے لیا ہی نہیں تو ہم بھی نہیں لے رہے ہیں۔ تو میں نے کہا دیکھے جی ایک طبقہ آپ کا exempt ہے، ایک غریب جو ایک جھگی میں رہ رہا ہے، اور جو دو کمرے کے کوارٹر میں رہ رہے ہیں یا چھوٹے سے گھر میں رہ رہے ہیں، سمجھ میں آتا ہے کہ اسکی affordability بڑی مشکل ہے exempted ہے۔ آپ کا کبھی نیوٹاؤن فیرون میں شاید آپ گئے ہونگے۔ بہت سارے دوست پتہ نہیں گئے ہیں نہیں گئے ہیں، تو نیوٹاؤن فیرون اور ٹو میں ایسے ایسے گھر ہیں جو شاید کراچی کی بالکل ٹکر کے تو نہیں ہیں لیکن ٹڈل کلاس کی ٹکر کے ضرور ہیں۔ ہزار، دو ہزار گز کے بنگلے ہیں جو عالیشان ڈیزائن کے بنے ہوئے ہیں، وہ بھی free ہیں، تو کوئی فرق نہیں ہے۔ کل سردار صاحب نے یا کس نے اس کی نشاندہی کی انہوں نے کہا کہ جی غریب کو ابھی بھی یہ expense پڑ رہا ہے کہ اُس کے گھر تک پائپ لائن ہے نہیں وہ اپنا دو دو لیٹر والا ڈبہ اٹھا کے روڈ پر آتا ہے، وہاں میٹکر آتا ہے اُس میں پانی ڈالتا ہے پھر وہ بیچارہ اُس کو گھر پہنچا دیتا ہے۔ تو اس کو پھر بھی خواری اور مشکلات ہو رہی ہیں۔ اور ایک extra cost آرہی ہے۔ وہ جن سے آپ پیسے نہیں لے رہے ہیں اُن کے گھر تک تو پائپ لائن جا رہی ہے۔ تو اُن کو آپ double benefit دے رہے ہیں تو اُن سے کم از کم فیس لیں، جن کی مالی پوزیشن بہت اچھی ہے۔ یہاں تو امیر اور غریب میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ آپ ساڑھے تین ارب روپے سال کا خرچ کر رہے ہیں، سب کو فری میں دے رہے ہیں اپنا ریونیو بھی loss کر رہے ہیں، اور discrimination بھی آپ نے ایک بڑی زبردست بنادی اور اُس بیچارے غریب کیلئے تو اور مشکلات پیدا کر دیں اور عالیشان گھروالوں کے لئے ویسے ہی آپ کی پائپ لائن جا رہی ہے۔ تو یہ پابندی ابھی ہم نے اُن پر لگائی ہے کہ نہیں آپ نے فیس اگر لینی ہے ٹھیک ہے۔ آپ کا پورا طبقہ exempt ہے لیکن اس طبقے سے جو صاحب حیثیت ہیں ان سے آپ نے لینی ہے اور اُن کو دینی بھی چاہیے اور زیادہ سے زیادہ 6 سو روپے بھی آپ کی فیس نہیں ہے۔ شاید وہ نمبر اگر آپ accumulative کریں ساڑھے تین ارب میں اگر سال کا آپ تین چار کروڑ یا پانچ چھ کروڑ کمالیں تو at least آپ کی ایک functionality تو آئے گی۔ تو وہاں صورتحال چیزوں کی کہ جو ڈبے کی بات

کر رہے تھے، ڈبے ابھی جا رہے ہیں لیکن اب ایسا بھی نہیں ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ پانی ہے، کیونکہ ضرورت بہت زیادہ ہے۔ لیکن انشاء اللہ اُمید ہے کہ یہ تین چار plants اور ایک دو اور چیزیں اگر شروع ہو جائیں تو اس سے گوادر شہر کے پانی کا بہت بڑا مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا۔ جس طرح عمر جمالی صاحب نے کہا کہ بالکل revised mechanism پی ایس ڈی پی کا انشاء اللہ جس طرح یہ cabinet چل رہی ہے پھر آپ لوگوں سے بھی deliberation ہوگی پھر اس کے mechanism کی ایک ترتیب ہم بنائیں گے کہ کیا revised-mechanism ہو جس کے تحت چیزوں کو آگے بڑھنا چاہیے۔ کوئٹہ کے اندر اصل میں یعنی میں یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ کوئٹہ کے ساتھ discrimination ہوئی ہے کہ اُسکو PSDP میں نہیں ڈالا گیا ہے۔ پر اہل بلیم یہ ہوا تھا کہ جب کوئٹہ پیکیج announce ہوا، بہت بڑا پیکیج ہے وہ آپ کے PSDP سے تیس گنا بڑا ہے لیکن اُسکی utilisation بڑی عجیب سی ہے ابھی تک clear نہیں ہے کہ اُس نے جس طرح خرچ ہونا ہے۔ لیکن beside کہ آپ بلاک ایلوکیشن کریں، ہر ڈسٹرکٹ کا ایک پی ایس ڈی پی share ہونا چاہیے۔ بھلے آپ بعد میں جو پیکیج announce کریں لیکن یہ ایک basic right document ہے اور ایک اسکیم ہے جس میں تمام ڈسٹرکٹس کا حق ہے کیونکہ اُن ڈسٹرکٹ میں بلوچستان کے لوگ رہتے ہیں۔ اس PSDP میں ہر ڈسٹرکٹ کا ایک share ہونا چاہیے۔ اور جس کے لئے ہماری بھی انشاء اللہ پلاننگ اور process ہے۔ اور اُس کے بعد اگر کوئی پیکیج آتا ہے تو پھر اسکو آپ benchmark بنائیں کہ جی پی ایس ڈی پی میں ہم نے اس ضلع کو یہ دیا ہے۔ اب اس پیکیج میں مزید اسکی کیا گنجائش بن سکتی ہے تو وہ balanced تھوڑا سا رہے گا۔ rather کہ ہم پیکیج میں ڈال دیں اور پی ایس ڈی پی سے بالکل باہر نکال دیں یہ سسٹم مناسب نہیں ہے۔ teachers uplift کا آپ نے کہا تھا بالکل اس کا ایک پروگرام ابھی گورنمنٹ ہم نے ایک decision لیا ہے ماضی میں CM health, CM Package, CM drought package, CM initiative, CM package ہم اس چیز سے نکلنا چاہے ہیں اور یہ ہم نے decide کیا ہے کہ یہ گورنمنٹ آف بلوچستان کے پیکیجز ہونے چاہئیں۔ یہ CM کی ملکیت نہیں ہے کہ وہ اپنے نام پر اگر کیش کر رہا ہے یا popularity لینا چاہا ہے۔ یہ جتنے بھی پیکیجز ہیں گورنمنٹ آف بلوچستان کے نام سے ہوں گے جس میں ٹیچرز کے شیلڈ اسکولز اور بہت بڑے پیکیجز ہیں۔ تو ہم انشاء اللہ اس سے تھوڑا باہر نکلیں گے اور اُس کو گورنمنٹ آف بلوچستان کا initiative دیں گے تاکہ اسکی طرف سے یہ initiative سب کو جائے صرف CM کے نام سے نہ جائے۔ اختر صاحب نے ہاسپٹل کی بات کی اِکلی واقعی

بہت بری حالت ہے شیخ زید ہسپتال بالکل ہمارے منسٹر صاحب ویسے بھی مختلف ہاسپٹل کے visits رکھ رہے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ وہ ان minutes میں بھی آئے گا ریکارڈ میں بھی ہوگا، سارے منسٹر سے ہم نے کہا ہے کہ وہ اپنی ہر facility پر ضرور جائیں، دیکھیں، آپ کے جانے سے بھی بڑا فرق پڑتا ہے ضیاء لانگو صاحب کے ساتھ جس طرح ایک راؤنڈ لگا تھا تو انشاء اللہ مری صاحب کے ساتھ بھی ایک راؤنڈ لگے گا۔ تو شیخ زید ہاسپٹل کو بہتر بنانے کی بڑی ضرورت ہے۔ اور گوادریں، میں ایک چیز بتانا بھول گیا ہم ہسپتال گئے سردار صاحب بھی تھے تقریباً بارہ سو اوپی ڈی وہاں جی ڈی اے کا ہاسپٹل ہے، بہت اچھا ہاسپٹل ہے، جی ڈی اے کا اسکول بھی بہت اچھا ہے بلوچستان کے standard کے حوالے سے اگر اس سطح کے اسکولز کی بات کی جائے لیکن اُس میں mechanism بڑا اچھا ہے، انہوں نے ایک separate board بنایا ہے GDA one time grant دیتی ہے یا ایک line budget دیتی ہے باقی اسکول کی ایڈمنسٹریشن جس میں پرانے لوگ بھی ہیں احمد بخش لہڑی صاحب بھی ہیں کچھ MPAs ہیں کچھ پرائیویٹ سیکٹر کے لوگ بھی ہیں وہ خود اُس کا board چلاتے ہیں مجھے اُن کی performance بڑی اچھی لگی۔ اور اُس اسکول کے اندر چار بچے تھے انہوں نے ایک science experiment مجھے پانی سے کر کے دکھایا۔ تو آپ سوچیں گوادریں کے بچے تیز ہیں ویسے سارے تربت کے تھے لیکن گوادریں اسکول میں پڑھ رہے تھے انہوں نے ہوا اور پانی کے پریشر سے ایک راکٹ بنایا تھا، build up کر کے سسٹم بنا کے وہ ڈیڈھ دو سو فٹ کی اونچائی پر جا کر واپس آیا۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ آپ ایسے بچوں کو پروموٹ کریں۔ اور پھر ایک چیز میں نے twitter پر دی تھی وہ بھی مجھے بڑی اچھی لگی وہاں ایک کشتی ہمیں دی گئی as a souvenir یہ لائچ جو ہمارے ہوتے ہیں تو لائچ بڑا خوبصورت تھا تو پتہ چلا کہ اس کو گوادریں کے ایک لڑکے نے بنایا ہے۔ اور وہ اتنا خوبصورت لائچ ہے یعنی کہ ہمارے ذہن میں یہ تھا کہ بلوچستان کی اگر آپ نے پروموشن کرنی ہے تو جب بھی آپ کی ایسی dignitaries یا ایسے بڑے بڑے ادارے آتے ہیں یا فارن جیسے ابھی French Council General آئے تھے دوسرے تھے آپ بلوچستان کی ثقافت اُن کو دیں ہم اُٹھا کے ایک سلور کلر کی پلیٹ دے دیتے ہیں اور اُس پر لکھتے ہیں کہ فلاں منسٹری وہ پلیٹ نہیں رکھتی ہے جا کر اسٹور میں بند کر دیتی ہے۔ تو ہمارے پاس بلوچستان کی ثقافت کی چار پانچ چیزیں بڑی اچھی ہیں۔ جیسے یہ لائچ چھوٹا سا بڑا بنا تھا اسی طرح ہماری istatue اولی بھی ہے اور آپ کی ایک رباب اگر آپ ایک چھوٹی سی رباب بنا سکتے ہیں ایسی بہت ساری چیزیں ہیں تو آپ اُن کو بلوچستان کی ثقافت دیں تاکہ جب وہ اپنے کسی دفتر میں یا اپنے کسی institute میں وہ رکھے گا تو پھر لوگ بھی اُس سے پوچھیں گے کہ یہ کیا ہے

کہاں سے لایا ہے؟ تو بولے گا کہ جی میں بلوچستان سے لایا ہوں۔ تو آپ کے بلوچستان کی جو پہچان ہے وہ کبھی کبھی آپ کی ان چیزوں سے بھی ہوتی ہے۔ تو اس اسکول کا میں آپ کو بتا رہا تھا کہ اس میں بڑا potential تھا بلکہ آپ لوگوں میں سے جب بھی کوئی گواہ جائے تو وہ جی ڈی اے کے اسکول اور اس کے ہاسپٹل کا ضرور visit کرے۔ بڑا اچھا یہ ہے کہ آر می اور جی ڈی اے مل کر اُس کو چلا رہی ہے۔ اُن کا آپریشن تھیٹر اور ICU بہت اچھا تھا اُن کا overall OPD وہاں ایک بہت بڑی سہولت ہے۔ میرے خیال گواہ اور مکران ڈویژن کے لیے ایک بہت اچھی facility ہے اور انشاء اللہ اسکو اور بہتر کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔ مٹھا خان صاحب بیٹھے ہیں یہ تو cabinet کا حصہ ہیں۔ ہمارے منسٹر صاحبان سے میری ایک request ہوگی ہم نے تو مسائل حل کرنے ہیں اور انہوں نے شکایتیں کرنی ہیں اور demand کرنی ہیں۔ ہم ہی اگر demand پر آجائیں اور انشاء اللہ ہم اپنے ان matters کو cabinet میں لائیں گے اور انشاء اللہ حل کریں گے، اور ہم نے انشاء اللہ اس ہاؤس میں یہ ساری چیزیں کوشش کرنی ہے کہ ہم نے اپوزیشن کو اس لیے نہیں کہ اپوزیشن ہے لیکن سرکار کی ذمہ داری بڑھتی ہے۔ جیسے کہ ہم نے اپنی responsibilities اپنے اندر build up کرنی ہیں کہ ہم نے hearing اپنی زیادہ کرنی ہے اپوزیشن نے اپنا ایک feedback ہمیں دینا ہے یہی سرکار اور اپوزیشن کا ایک role ہوتا ہے۔ کیوں کہ آپ لوگوں کے پاس مجھے پتہ ہے کہ اختیارات بھی نہیں ہیں بہت ساری چیزیں نہیں ہیں آپ کے پاس ایک ہی اختیار ہے وہ اس فلور پر بولنا اور ہمارا ایک ہی اختیار ہے کہ اپنی کارکردگی آپ کو بتانا۔ اور آپ کی بہت ساری چیزوں پر، اُنکو سننا اور اُن کو adress کرنا properly تو مٹھا خان صاحب انشاء اللہ ڈوب کا مسئلہ ہم cabinet میں حل کرائیں گے۔ باقی دنیش صاحب نے بڑا strong استعمال کیا تھا کہ یہ مافیا ہیں، یہ مافیا ہر جگہ ہوتے ہیں سیاسی مافیا بھی ہوتے ہیں باقی بھی ہوتے ہیں لیکن انشاء اللہ ہم as a government کوشش کریں گے کہ ان سب چیزوں کو آہستہ آہستہ کم کریں اور system کو in place لائیں تاکہ ہمارے لیے بڑی سب سے زیادہ آسانی یہ ہے کسی اور کی نہیں ہے۔ جب اس طرح کے بڑے selective groups بن جاتے ہیں سب سے زیادہ جو damage کرتے ہیں وہ MPAs کو کرتے ہیں، چار پانچ MPAs کو نکال کر باقی پھنس جاتے ہیں کہ ہم اپنا کام ابھی اپنی ہی سرکار سے کس طرح نکالیں۔ تو ہم اگر ان چیزوں کو آہستہ آہستہ نکالیں گے تو ہم ایک بہت بڑا benefit اپنے لیے بھی کر رہے ہیں اور لوگوں کے لیے بھی۔ آپ کی ویسے end میں as a end calls بلوچ صاحب نے ایک بہت بڑی list دی ہوئی ہے آپ نے اپنی

suggestions دی۔ سب نے ماشاء اللہ اپنی suggestions دی ہیں اور یہ وہ بیچ مارکس ہیں جن کو اگر ہم planing process میں رکھیں گے تو ہمیں پرابلمز نہیں آئیں گے، five years plan اگر ہم شاید بنائیں indexes کو follow کریں، NFC کے لیے آپ نے بات کی بلکہ انشاء اللہ ہم کوشش کریں گے ہمارے منسٹر صاحب میر صاحب بھی بیٹھے ہوئے ہیں ہم کوشش کریں گے کہ ایک میٹنگ وہ بلائیں اور ایک general consensus بھی لیں اُس میں اپوزیشن بھی اپنا share ڈالے اور debate ہم کریں بات کریں end میں جو بھی decision گورنمنٹ کی طرف سے آگے جائے گا لیکن کم از کم ہم info کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ آپ کے پاس انفارمیشن بڑی اچھی آتی ہے جو آپ کو support دیتی ہے آگے بات کرنے کے لیے تو ابھی ہم نے انشاء اللہ NFC کے لیے ہمارے منسٹر with the team اور ایک ممبر وہ اسلام آباد جائیں گے۔ ابھی اسد عمر صاحب سے میری بات ہوئی تھی تو ہم اسکے حوالے سے ابھی وہاں deliberation کچھ عرصے میں start کریں گے۔ تو NFC ایک بہت بڑا important tool ہے جس سے بلوچستان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ کیونکہ ہماری total dependency ہے اُس میں بہت بڑا share financially divisible pool کا ہے جو NFC کے through ہمیں ملتا ہے۔ اور ماضی میں وہ 5 سے 9 ہوا ہم کوشش کریں گے اُس کو تھوڑا بہتر کرنے کے لیے حالانکہ وفاقی حکومت شاید کچھ financial cut downs کر رہی ہے لیکن ہم اس factor کو بار بار رکھ رہے ہیں کہ بلوچستان اس situation میں نہیں ہے جس پر آپ نے یہ کام کرنا ہے بلکہ آپ نے اس کو تھوڑا سا بہتر کرنا ہے۔ کچھ یہ جو PSDP کا overall تھا میں نے کہا کہ آپ کے ساتھ share کروں تاکہ آپ بھی on board ہوں۔ تاکہ آپ کی اور بھی بہت ساری چیزیں ہیں جو clarity مانگیں گی جس کے لیے میں again request کروں گا آپ کے پاس یہ ہاؤس یہ فلور ہے question hour session بہت important ہوتا ہے۔ میں نے اپنے پانچ سال وفاق میں گزارے۔ اس سے important گھنٹہ، حکومت اور اپوزیشن دونوں کا۔ کیونکہ ہمارے جب سوالات آتے تھے تو پھر ہماری حکومت والے ہم سے بھی پوچھتے تھے کہ میں اگر ایک منسٹر ہوتا تھا تو تقریباً آدھے سوال اپوزیشن کے ہوتے تھے آدھے ہمارے اپنے حکومت کے ہوتے تھے اور وہ پوچھتے تھے کہ جی فلاں میری روڈ کا کیا ہوا، فلاں جگہ آپ نے لوگ بھرتی کیے اُسکی تفصیل دیں، فلاں جگہ چار کام ہوئے اُنکی تفصیلات کیا ہیں، فلاں جگہ چار ہسپتال بنے ہوئے ہیں اُن میں ابھی تک عملہ نہیں ہے۔ تو آپ کو جب اس فلور پر اُس کا جواب ملے گا تو وہ ایک official document ہوگا جو

آپ کو بھی فائدہ دے گا ہمیں بھی بہت زیادہ فائدہ دے گا۔ کیونکہ کبھی کبھی حکومت کو بھی اپنے ڈیپارٹمنٹس سے بہت ساری چیزوں کی clarifications یا explanations کی اور question hour بہت session ہوتا ہے کہ جس میں black and white میں ڈیپارٹمنٹ کو بتانا پڑتا ہے۔ left right نہیں کر سکتے۔ جو آپ پوچھیں گے وہ آپ کو بتائیں گے۔ ہر چیز بتا سکتے ہیں، سوائے کچھ ایسے clouse کے اندر چیزیں ہیں جو گورنمنٹ نے defined کیے ہیں۔ باقی آپ جیسے میں نے آپ کو بتایا ایک دفعہ انہوں نے ہم سے OGDCL کی ہر employee کا data مانگا جو 14 ہزار لوگ وہاں employee تھے۔ اتنے بڑے بڑے پلندے بنا کر دیے گئے۔ تو آپ اس چیز کو paractice پر لائیں گے یہ ہاؤس اگر لائے گا تو یہ آپ کی benefit کے لیے اور اسکول ناچا ہے۔ اسلام آباد کا جی ہمارا regular trip تھا CCI کا جیسے عموماً ہوتا ہے۔ CCI کی پہلی میٹنگ تھی ماضی میں کچھلی گورنمنٹ نے تو CCI کی میٹنگ کوئی چار سال میں ایک دفعہ نہیں کی۔ پھر اُنکا آخری جو tenure آیا شاید خاقان عباسی کا انہوں نے بہت CCI کی میٹنگز بلائیں جس میں خٹک صاحب بھی ہوتے تھے as a CM بلوچستان کے حوالے سے وہ بھی موجود ہوتے تھے لیکن as a ministry ہماری موجودگی ہوتی تھی۔ تو CCI میں بہت ساری چیزیں انہوں نے ایجنڈا میں رکھی ہوئی تھیں۔ اور سب سے پہلی چیز جو ہم نے پرائم منسٹر اور CCI کو بتانے کی کوشش کی، وہ یہ تھی کہ آپ بلوچستان کو جس نظریے سے جس angle سے سمجھنا چاہتے ہیں اُس میں آپ کو کبھی سمجھ میں نہیں آئے گا۔ اور شروعات اُس کی یوں کی کہ میں نے کہا کہ آپ کے ایک منسٹر آئے شاید شہر یار آفریدی صاحب اور جب وہ تفتان گئے اس کے بعد وہ مجھ سے ملے تو انہوں نے کہا کہ جام صاحب! میری آنکھیں کھل گئیں جب میں نے تفتان لینڈ کیا وہاں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پھر وہاں سے میں نے بات کی CCI میں۔ میں نے کہا جی وہاں بالکل کچھ نہیں ہے۔ آپ کے dynamics سندھ میں، KP میں، پنجاب میں، اسلام آباد میں بہت مختلف ہیں۔ وہی پالیسی جب آپ ہماری طرف جاتے ہیں تو اُس کے dynamics بہت different ہو جاتے ہیں، سب سے بڑا dynamic اُسکا اپنا رقبہ ہے۔ اُسکا رقبہ اتنا بڑا ہے کہ وہاں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے کے لیے بھی ایک پورا system بنانا پڑتا ہے۔ اور mode of communication کچھ نہیں ہے روڈ بھی نہیں ہے سواری بھی نہیں ہے طریقہ بھی نہیں ہے۔ تو آپ بلوچستان کو صرف یہ دیکھیں گے کہ ہم چار لوگ بیٹھے ہیں CCI کے اور جو platform, formula اُن کے لیے آسانی ہوگا ہمارے لیے بھی ایسا ہوگا ہمارے لیے نہیں ہیں۔ تو آپ نے جب بھی بلوچستان کا کوئی فیصلہ کرنا ہے اُس کے ہر aspect کو ذہن میں

رکھیں، security aspect، میں نے کہا کہ آپ کے مسٹر صاحب جو تفتان جا رہے ہیں جب تک اُن کو support یا security clearance نہیں ملے گی وہ جائیں گے ہی نہیں۔ اسی طرح وہاں روڈ نہیں ہے لامحالہ ایک access جائے گا، اسی طرح بہت ساری facilities وہاں نہ دفتر ہے نہ کوئی اور facility، تو بلوچستان کے dynamics financially administratively ہر لحاظ سے بہت مختلف ہے۔ کیونکہ energy سے بات شروع ہوئی تھی اور سب سے بڑی بات کہ آپ کا صوبہ رقبے کے لحاظ سے پاکستان کا بڑا صوبہ، اس پر بڑی debates ہوئی ہیں کہ 44% ہے یا 52% ہے لیکن اسمیں clarity چونکہ مجھے تھوڑا سا ideal تھا 44% ہے آپ کا۔ لیکن جب آپ سمندری حدود کا 12 nautical mile بھی اسٹیٹ آف پاکستان میں شامل کر دیں چونکہ پنجاب اور کے پی کے پاس سمندر نہیں ہے تو سمندر کا حصہ زمین کا نہیں ملتا لیکن ہمیں اور سندھ کو ملتا ہے تو وہ 12 nautical mile کا جب area ہم include کرتے ہیں تو یہ 44% سے بڑھ کے 52% کی طرف آتا ہے۔ تو شاید ثناء صاحب نے شروع میں 62% کہا تھا اُس پر بڑی debate چلی تھی کہ یہ تو 44% ہے 62% کیسے ہو گیا اُس سمندری حدود کے ایریا کو جب آپ لیتے ہیں 12 nautical mile میں تو آپ کا area تھوڑا بڑھ جاتا ہے۔ تو اُس میں تقریباً ایک بات یہ آئی تھی کہ ہم نے اس پورے space میں جب 51% پاکستان کا ہم بلوچستان کو دیتے ہیں، وہ آپ کے نیشنل گرڈ سے ہی connected نہیں ہے۔ تو اُس پر انہوں نے کہا کہ کیسے connected نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ جی آپ کا پورا چاغی، دالبندین، نوکنڈی، واشک، خاران، تربت، پنجگور، پورا آپ کا مکران ڈویژن بشمولیت گوادر کی لائنیں تو موجود ہیں لیکن ان کو بجلی نیشنل گرڈ ایران کی مل رہی ہے ہمارا تو نیشنل گرڈ ابھی تک نہیں ہے۔ تو اُس پر انہوں نے کہا کہ جی پہلے تو اپنا نیشنل گرڈ تو ہم connect کریں۔ جب ہم نیشنل گرڈ connect کریں گے تو پھر آپ مکران کے بجلی کا مسئلہ حل کر سکتے ہیں۔ کل کو اگر یہ بجلی ہمارا پڑوسی ملک بند کر دے تو آپ کا پورا رخشان ڈویژن، مکران ڈویژن کے پاس بھی بجلی نہیں ہوگی۔ تو ہماری تقریباً 3 سو کلومیٹر ہے، وہ فیڈرل PSDP کا حصہ ہے۔ لیکن اُس پر کام start نہیں ہے۔ آج بھی اگر اُس پر کام start ہو tender process یہ ساری چیزیں ہوں پھر جا کے تین ساڑھے تین سال میں complete ہوگی۔ تو اُس کے لئے deliberation اُن سے ہم نے کہا کہ بالکل ہمیں شروع کرنا چاہئے پٹ فیڈر، کچھی کا بھی اس طرح مسئلہ تھا جس طرح عمر صاحب نے define کیا سندھ گورنمنٹ اور وفاق کے ساتھ کچھی کینال کے حوالے سے کچھ اسکیمیں ہیں۔ اگر ہم ان سارے

channels کو استعمال میں لائیں تو ہم تقریباً 12 سے 13 لاکھ ایکڑ area اپنا بڑھا سکتے ہیں زمیندار کا جو بلوچستان کے لیے بہت بڑی چیز ہے اور جو سندھ کے ساتھ ہمارے dues تھے۔ سندھ گورنمنٹ نے بہت resist کیا ہے کیونکہ ہم نے اُن سے کہا ہے ہمارا تقریباً بہت حد تک پانی جو لیا ہے یا تو ہمیں اُس کا حساب دیں، تو اُس پر مجھے CM صاحب نے ایک offer بڑی اچھی کی کہ ہم باقاعدہ اُس بیراج پر پروگرام رکھیں گے۔ ہماری سندھ گورنمنٹ بھی آئے گی، آپ لوگ بھی آئیں گے وہیں بیٹھیں گے اور اس مسئلے پر وہ ایک deliberation کریں گے۔ اور انشاء اللہ کچھ فیصلوں کی طرف جائیں گے۔ ہم ضرور گیس اسکیمز کے حوالے سے چونکہ بات CCI میں چل رہی تھی وہ ماضی کا ایک project تھا جو چل رہا تھا۔ لیکن انہوں نے کہا کہ آپ نے gas deliberation بڑھنی ہے۔ کیونکہ بلوچستان صرف دو سو MMCF consume کر رہا ہے اور تقریباً چار سو کی گنجائش اُسکی ہے۔ لیکن وہ دوسری جگہوں پر جا رہی ہے اور ہمارے جہاں جہاں نیٹ ورکلینس کا بڑھ سکتا ہے وہاں آپ اُسکو بڑھائیں۔ اور جہاں جہاں نہیں بڑھ سکتا وہاں پھر جو یہ air base plants ہیں اُن کی ترتیب ہم نے بڑھائی تھی اُسکو ذرا بڑھائیں۔ ایک بات PM صاحب سے clear میں نے جو کی ہے جو کہ حقیقت بھی ہے اور شاید میڈیا کے توسط سے آج آئے گی بھی ضرور۔ پاکستان کی economic situation اگر future میں اگر آپ اُسکو relate کرتے ہیں۔ وہ ابھی بلوچستان سے جا کے ملتی ہے۔ ابھی بھی آپ نے دیکھا ہے کہ چائنا ہو یا سعودی کا ہو، یا کوئی بھی adventure ہو یا ریکوڈک ہو، یا بلوچستان کے خزانے، وسائل ہوں۔ بلوچستان کا access central asia سے اگر نیچے آنا ہے یا ساری چیزوں کا 70 فیصد دار و مدار اگر ان سب چیزوں نے ہونا ہے۔ اور یہ پرائم منسٹر صاحب کو پھر میں نے سمجھایا میں نے کہا جی یہ اُس وقت ممکن نہیں ہوگا۔ جب بلوچستان کے لوگ اس سے خوش نہیں ہوں گے تو آپ نے سب سے پہلے بلوچستان کے issues کو address کرنا ہے۔ اسکی پسماندگی، اسکا جو فنانشل بلاک ہے اسکا انفراسٹرکچر ہے اگر ہم نے ان چیزوں کو improve کیا پھر ہم next step کی طرف جاسکتے ہیں۔ اور next step بھی پاکستان کا جو آپکا total export ہے وہ آج میرا خیال ہے 29 ارب پر کھڑا ہے۔ اور اسکا 70 فیصد 80 فیصد ٹیکسٹائل پر based ہے اور ٹیکسٹائل زمینداری پر based ہے زمینداری جس کے لئے پانی کا ایک بہت بڑا بحران ہے۔ اگر اس بحران میں 20 سے 30% کمی آتی ہے تو آپ کا export تقریباً 23 سے 24 پر آجائے گا۔ تو آپ نے اگر بلوچستان کا future دیکھنا ہے یا پاکستان کا تو پھر آپ کو بلوچستان کے اندر invest کرنا ہے اور وہ investment پھر بلوچستان کی اُس وقت ہوگی جب بلوچستان

کے youth کو بلوچستان کی future generation کو current generation کو لوگوں کو انفراسٹرکچر آپ دیں گے۔ facilitation آپ دیں گے اور پھر ماضی کی میں نے مثال دی کہ پورے ملک میں ہر جگہ موٹروے اور carriages بنے بلوچستان میں ایک کلومیٹر کا dual carriage بنا کے نہیں دیا۔ پہلے تو ہمیں ژوب سے حب تک کراچی تک ایک dual carriage بنانا چاہئے۔ precedent set کریں، ہمیں سی پیک route اور اس کے economic zones پر بات کرنی چاہئے۔ اسکے اندر industrialized کو فروغ دینے کا طریقہ کار بنانا چاہئے۔ ہمیں بلوچستان کے rights کو، land rights کو سب سے زیادہ protect کرنا ہے۔ اس وقت آپ کا سب سے important مسئلہ اگر پورے بلوچستان کا اگر کوئی ڈویژن ہے تو وہ ہے portection of your lands ہم نے ماضی میں اٹھا اٹھا کر زمینیں دیدیں ہے۔ آپ اپنی sharing ڈال دیتے آپ کے پاس ایک project آرہا ہے کہ جی ہمیں ہزار ایکڑ چاہئے۔ ٹھیک ہے جی ہزار ایکڑ ہم آپ کو دیں گے۔ ہم آپ کو free میں دے دیتے ہیں project لگا لیں۔ 25 فیصد آپ ہمارا share holding ڈال دیں تاکہ PSDP کی اسکیمیں ایسی بنیں اور revenue generating بھی بنے۔ ہماری PSDP کی ایک تو اسکیمیں بنتی ہی نہیں ہیں اور جو بنتی ہیں وہ بھی آدھی ہیں اور وہ کسی کام کی نہیں ہیں لیکن ہمیں اس PSDP کو یا اپنے finances کو ایسی جگہوں پر ڈالنا ہے کہ ہمیں بلوچستان کے لیے revenue اس لیے generate کرنا ہے کہ آنے والے 6 سے 7 سالوں میں اگر ہم نے revenue generation نہیں کیا ہم کچھ نہیں کر سکتے، آپ کی صرف پنشن کا جو بل ہے وہ اگلے 6 سال میں 2 سو ارب تک پہنچ جائیگا۔ آپ پورا PSDP کیا پوری کارکردگی سائیڈ پر کر دیں آپ لوگوں کو پنشن دیتے رہیں بس۔ اور وہ دس سال بعد تین سو ارب کو جا کر پہنچے گا۔ تو آپ اگر 8 سے 10 سال بعد صرف پنشن اپنے لوگوں کو تین سو ارب دے رہے ہوں گے۔ آپ کیا PSDP بنائیں گے؟ آپ کیا ڈیپارٹمنٹس چلائیں گے؟ آپ کی کیا پلاننگ ہوگی؟ یہ سب دھرے کا دھرا رہ جائیں گے۔ تو ہمیں revenue generation پر بہت focus کرنا ہے ہم نے ایسے طریقہ کار بنانا ہے کہ بلوچستان کی آمدنی ہو، اس سرکار کی آمدنی ہو۔ اور ہمارے پاس ایک ہی asset ہے وہ ہے ہماری زمین۔ باقی تو ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ اور وہ زمین mineral اور land کی صورت میں ہمارے پاس ہے۔ گوادر چونکہ ہمارے پاس land کا ایک بہت بڑا opportunity ہے۔ تو ہم نے ابھی یہ decide کیا ہے کہ جو بھی projects پر ہم جائیں گے، ہم equity basis پر capital sharing میں اُنکے ساتھ جائیں۔ تاکہ ہمارا ایک

return بھی ہو، secondly ہمارے دوسرے پروپوزیشنس ہوں گے، اُن میں بھی ہم ایسے ہی deliberation رکھیں۔ یقینی طور پر اسمبلی تھوڑی بہت قانون سازی کی بھی ضرورت ہے۔ اور کہیں نہ کہیں ہمیں پروپوزیشنل لاز میں amendments لانے کی ضرورت ہے۔ اور اُن لاز کو پھر ads کے ذریعے یا دوسری چیزوں کے ذریعے سے ہمیں اسمبلی میں بھی لانا ہوگا۔ تو ہماری ایک ہی چیز ہے بس، ہماری زمین ہے اُس زمین کو best utilization میں ہم نے لانا ہے تاکہ ہماری زمینیں ضائع نہ ہوں۔ اس طرح اُنکے ساتھ بہت ساری چیزوں پر اور بھی deliberation ہوئی ہے۔ انشاء اللہ ایک پروگرام پرائم منسٹر کا بھی لگ رہا ہے۔ وہ بھی ادھر آئیں گے یہاں بھی ایک full brief ہوگا، presentation بھی ہوگی۔ کوشش کریں گے کہ وفاقی جتنے بھی ادارے ہیں صوبائی سمیت، ہمیں بلوچستان جانا چاہئے دیکھنا چاہئے۔ ہمیں ہر ضلع میں جانا چاہئے انشاء اللہ ہم جائیں گے۔ ایک حکومت کے لحاظ سے اپوزیشن بھی جائے آپ لوگ tour بنائیں۔ جس طرح فیڈرل، سینیٹ میں آپ نے دیکھا ہوگا کمیٹیز ہیں نیشنل اسمبلی کی کمیٹیز ہیں وہ ہر جگہ پھرتی ہیں۔ ہماری کمیٹیز کو بھی جانا چاہئے ہماری کمیٹیز کو پورا بلوچستان کو خود دیکھنا چاہئے کیونکہ ہم خود اپنے صوبے سے پورا واقف نہیں ہیں تو کسی اور سے گلہ نہیں کر سکتے کہ آپ کو بلوچستان کے بارے میں کیا پتہ ہے۔ تو ہم اپنے آدھے سے زیادہ اپنی اسمبلی خود پوچھ سکتی ہے کہ آپ کو بلوچستان کے بارے میں خود نہیں پتہ تو اگلے کو کیا پتہ ہوگا۔ تو ہمارے لیے بڑا ضروری ہے کہ ہم اپنے صوبے کو دیکھیں ہر ضلع کو دیکھیں پھر ہم جب یہاں بات کریں گے یا deliberation کریں گے cabinet میں decisions لیں گے کمیٹیز کی میٹنگ کریں گے پھر ہم بہتر طریقے سے چیزوں کو آگے لے جاسکتے ہیں۔ انشاء اللہ اس پر مزید بھی سلسلہ چلتا رہے گا اور بہت سارے ہمارے factors ہیں جو انشاء اللہ اس PSDP میں اگلی ہماری cabinet میں بھی کھولیں گے دوسری چیزیں بھی ہیں۔ آخر میں میں ایک دفعہ پھر request کرتا چلوں ہاؤس سے بھی اور آپ سے بھی کہ ہمیں ہاؤس کی functionality کو تھوڑا سا، میری یہ request ہے اگر اپوزیشن پنچر اپنا ایک لیڈر منتخب کر لیں ڈیڑھ مہینے کا عرصہ گزر چکا ہے۔ آپ ایک consensus develop کریں کوئی بھی آجائے لیڈر آف دی اپوزیشن آپ کا ضرور ہونا چاہئے ہاؤس کی ایک requirement بھی ہے کمیٹیز کو فعال کر دیں ہر لحاظ سے فعال کر دیں چیئرمین بنا دیں kindly پارلیمانی سیکرٹریز appoint کر دیں question hours start کر لیں۔ proper mechanism اور چیزوں کو لانا start کر دیں۔ بلکہ میں آپ کے سیکرٹریٹ سے بھی request کروں گا کہ high time ہے کہ ہمیں نئی amendments بھی لانی چاہئیں رولز آف آفس اسمبلی میں

بھی۔ پتہ نہیں رولز آف بزنس ہمارے بہت پرانے ہو گئے ہیں کیونکہ بیچ میں کچھ ایسے issues آئے تھے جبکہ رولز آف بزنس کو دیکھا گیا تو gray-areas میں تھے defined نہیں تھے۔ تو ہمیں دوسری پراونشل اسمبلیز میں جانا چاہئے وہاں انہوں نے اپنے رولز آف بزنس میں کیا amendments کیا ہے کیا proposals لائی ہیں۔ اور یہ ایک process ہوتا ہے جس طرح آپکوفون کی طرح update کرنا پڑتا ہے۔ تو ہمیں بھی اس ہاؤس کے functional کو update کرنا ہوگا تاکہ ہم چاہتے ہیں یہ گورنمنٹ ہتی ہے ہمارے پورٹیفولیو میں، ہماری پوری منسٹری، ہمارے منسٹرز سب یہی چاہتے ہیں کہ ہاؤس کا فنکشن اچھا ہو اسکے اندر آ کے ہم ایک responsible طریقے سے اپنا ایک کردار پیش کریں اور اس کی functionality اچھی ہو۔ اسکی functionality اُس وقت اچھی ہوگی جب اسکے یہ سارے tools اور اسکے یہ سارے factors- in place ہوں گے تو وہ بہت اچھا کام کرے گا۔ بہت بہت شکریہ

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ جام صاحب! آپ نے وضاحت کی۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ:

پوائنٹ آف آرڈر جناب اسپیکر! میں قائد ایوان کا بڑا مشکور ہوں کہ انہوں نے بڑی تفصیل کے ساتھ تمام اراکین چاہے وہ حکومت میں ہوں یا اپوزیشن میں، اُنکے حوالے سے تفصیلاً گفتگو کی۔ جام صاحب! ایک گفتگو ابھی رہ گئی ہے چیئر مین صاحب! آپ کے توسط سے کہوں گا وہ یہ ہے کہ اس پر ایک تجویز آئی تھی کہ اگر آپ ابھی کمیٹی بنا دیں تاکہ کم از کم اپوزیشن کے اراکین کی بھی تسلی ہو جائے گی کہ چار اراکین وہاں سے اور کوئی آٹھ اراکین پر مشتمل کمیٹی بنا دیں۔ جو criteria ہے اہداف ہیں benchmarks ہیں، انکو set کرنے کے لیے ایک تو یہ ہے تھوڑی سی آسانی ہوگی اور پھر بار بار اس چیز کو ہم اسمبلی میں نہیں لائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے میں قائد ایوان سے یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ اُنکی عدم موجودگی میں ایک توجہ دلاؤ نوٹس ہم لائے تھے وہ یہ ہے کہ بلوچستان بھر میں جو BS کا پروگرام ہے، اُسکو بیک جنٹس قلم بند کر دیا گیا تھا اور اُسکے بارے میں جو توجہ دلاؤ نوٹس کا جواب بھی انہوں نے دیا تھا۔ تو آپ کے توسط سے میں پھر جام صاحب سے کہوں گا کہ انہوں نے کہا تھا کہ انفراسٹرکچر ڈیولپمنٹ کا issue ہے لیب کی آپ گریڈیشن کا issue ہے۔ capacity-building of teachers ہے۔ establishing libraries ہے۔ ان چار چیزوں کو جواز بنا کر بلوچستان کے کوئی 74 کالجز میں BS کے پروگرام کو بند کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ کچھ بچے ابھی بھی دوسرے اور تیسرے semester میں ہیں۔ یہی طے پایا تھا کہ ہاؤس میں اُس دن زمرک صاحب بھی تھے آپ نہیں تھے تو انہوں نے کہا کہ آپ وزیر تعلیم نہیں ہیں اب بشری بی بی وزیر تعلیم بن سکتی ہیں بڑی اچھی اُن کی capacity ہے۔ اگر آپ کسی کو وزیر تعلیم بنائیں گے تو اُس میں میرے خیال میں آپ کو آسانی ہوگی تعلیم سے متعلق جو بھی معاملات ہیں۔ کیونکہ ایجوکیشن کے حوالے سے اُنکے آج کا جو data اور اُنکے statistics میں نے دیکھے ہیں۔ تو I think she has the potential to represent the government especially on education sector. آپ بحیثیت وزیر اعلیٰ اس کے لئے ایک کمیٹی بناتے ہیں یا کوئی حکم جاری کرتے ہیں آپ کی مرضی۔ کہ BS کے پروگرام کو دوبارہ جس طرح یہ 18 تاریخ کو ابھی کوئی 28 کو نوٹیفکیشن آیا تھا میرے خیال ہے بند کیا ہے۔ اس کو دوبارہ تمام کالجز میں restore کریں۔ جو capacity کے issues ہیں، انفراسٹرکچر کا ہے، labs کا ہے، capacity building کا ہے۔ کوئی ہزار کے قریب لیکچرز فارغ بیٹھے ہیں اُن کے لئے immediately ایک mechanism develop کریں اور آپ اجازت دیدیں action لیں کہ جی پبلک سروس کمیشن وہ پوسٹ announce کرے لیکن classes بند نہ ہوں اور وہ ٹیچرز لیکچرز appoint ہوں۔ BS کی class start ہو۔ دوسری میری تجویز یہی ہے کہ ہمارے انفراسٹرکچر کے بہترین استعمال کا طریقہ یہی ہے کہ صبح کے وقت میں BS کی classes ہوں کیونکہ کچھ بچے ابھی تک BA کی classes attend کرنے کے خواہشمند ہیں۔ B.A, B-Com اور B.Ed وغیرہ ابھی تک کافی اسکولوں میں ہے۔ تو شام کے وقت میں BA وغیرہ کی بھی classes شروع کریں۔ بلوچستان کو تعلیم کے میدان میں دوسرے صوبوں کے برابر لانے کے لیے ہمیں 24 گھنٹے میں سے کم از کم 14 سے 16 گھنٹے تعلیمی اداروں کو بحال رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور تیسری اور آخری بات میں آپکے سامنے رکھنا چاہوں گا۔ جناب اسپیکر! جس طرح آپ نے بات کی، particularly آپ کے سیکرٹریٹ سے related ہے۔ پہلے اجلاس میں جب ہم آئے تو میں نے کہا یہی مشکلات درپیش آرہی ہیں کہ strategic plan جو اسمبلی کا اپنا annual strategic plan ہے۔ جس طرح ہم PSDP پر بات کر رہے ہیں کہ ہمیں پتہ ہو کہ اس اسمبلی نے کن کن دنوں میں بیٹھنا ہے۔ اب بزنس کی بات اُس میں نہیں ہوتی مثلاً ہمارے پاس بزنس بہت ہے۔ یہ سارے issues پر ہم نے debate کرنی ہے۔ آپ ایک تکلیف کریں ہم اسمبلی اپنی خدمات دینے کے لیے تیار ہیں۔ پورے سال کا کیلنڈر اسمبلی کو develop کریں۔ اور اُس میں یہ ہے کہ ہم نے سوڈیٹھ سوڈن

ہیں جتنے ہیں، پھر ایمر جنسی میں ہم آتے ہیں، ہم استعمال اور کر لیں گے۔ لیکن یہ سودن کا plan بنا چاہئے۔ کون سے مہینے اور کون سے ہفتے important ہیں جس میں ہمارے اجلاس ہونے چاہئیں۔ ہماری اسمبلی کا اپنا یہ ایک کلیئر کیلنڈر ہے، یہ جتنی بھی جلد ہو اسکو تکلیف کر کے آپ مرتب کریں۔ اس میں تمام ممبران اور تمام پارلیمانی لیڈر صاحبان کی رائے کو شامل کریں۔ اور آخری بات یہ ہے کہ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ یہاں digitalization کی بات کی تھی ہم نے start یہیں سے کرنا ہے۔ اگر ہماری اسمبلی قرون وسطیٰ کا منظر پیش کر رہی ہو تو پھر ہمارا صوبہ کیسے ایک modren, updated اور ایک developed صوبہ کا منظر پیش کرے گا۔ لہذا باقی برادر صوبوں کی طرح میرے خیال میں digitalization کی بات ہوئی تھی اُسکے حوالے سے آپ initiative لے لیں بہت بڑی فنڈنگ نہیں ہے جام صاحب بیٹھے ہیں وہ assurance دے دیں گے جتنی فنڈنگ ہیں وہ دے دیں گے۔ اگر تھوڑی بہت کمی ہوتی ہے ایک کمیٹی بنائیں، یہ کمیٹیٹر جو donor agencies ہیں جس طرح UNDP نے KPK کی اسمبلی کو digitalization کرنے میں support کی تھی تو ہم آپکو support دلوادیں گے تعلقات کی بنیاد پر لیکن ہم چاہتے ہیں کہ یہیں سے یہ culture جو digitalization کا ہے ہم نے اپنے بچوں کو تو laptop لے کر دے دیئے ہیں۔ لیکن اگر ہم اراکین اسمبلی خود computer کے استعمال سے، calculation سے اور اُنکی چیزوں سے واقف نہ ہوں گے تو پھر تھوڑا سا generation gap آئے گا۔ ہم پرانی بات سوچیں گے وہ نئی بات، جدت کے ساتھ آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ تو یہ جو generation gap ہے اسے ہم digitalization سے ختم کر سکتے ہیں۔ شکریہ جناب اسپیکر۔ جام صاحب! اگر آپ BS کے پروگرام پر کچھ کہیں تو

I would grateful.

جناب اختر حسین لاگلو:

جناب اسپیکر!

جناب قائم مقام اسپیکر:

جی۔

جناب اختر حسین لاگلو:

ایک اور مسئلے کی طرف جام صاحب کی توجہ دلاؤں گا تاکہ اُس پر بھی قائد ایوان اپنا کردار ادا کر سکیں۔ پچھلے دنوں وکلاء اور انتظامیہ کا ایک مسئلہ ہوا تھا جس کی وجہ سے بلوچستان کے عوام suffer کر رہے ہیں۔

ایک طرف دکلاء صاحبان strike پر بیٹھے ہوئے ہیں عدالتیں بند ہیں انصاف کی کارروائی رُکی ہوئی ہے۔ دوسری طرف انتظامیہ کے لوگ آپ دوستوں کی نظر سے گزرے ہونگے کہ انہوں نے بھی پریس کانفرنس کی ہے۔ تحصیل کا کام ٹھپ پڑا ہوا ہے وہاں بھی general public اور عوام suffer کر رہے ہیں۔ قائد ایوان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس مسئلے پر خود دلچسپی لیں اور اس کو حل کرنے کی کوشش کریں تاکہ دونوں طرف سے جو پے اور ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، وہ عوام ہو رہے ہیں۔ آج بھی عدالتوں کی کارروائی رُکی ہوئی ہے اور آپ کی انتظامیہ تحصیل اور ڈی سی آفس میں بھی کام ٹھپ پڑا ہوا ہے وہاں بھی لوگ ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ تو میری گزارش ہے جام صاحب کہ اس مسئلے کے حل کیلئے فوری کوئی اقدام کریں۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ۔ ایوان کی آگاہی کیلئے میں بتانا چاہتا ہوں کہ out going Assembly نے 51 ضروری ترامیم اسمبلی کے قواعد میں عمل میں لائی گئیں اور اب اسمبلی قواعد و انضباط کار کافی بہتر ہو گئے ہیں تاہم مزید بہتری کی بھی ضرورت ہے۔ اسمبلی کی کارروائی کو تین گھنٹے کا وقت مکمل ہو چکا ہے۔ تو اب آپ لوگوں سے رائے لینا چاہوں گا کہ اسے آگے چلائیں یا next day کیلئے ملتوی کیا جائے؟

جناب نصر اللہ خان زیرے:

جناب اسپیکر! گزشتہ اجلاس میں ایک تحریک التوا باضابطہ منظور ہوئی تھی جس پر بحث ہونی ہے۔ جس طرح میرے دوست نے کہا بہت سارے ایسے مسائل ہمارے دوست اُجاگر کرتے ہیں جن کو اسمبلی اجلاس کے آخر میں اُٹھانے چاہئیں۔ عوامی اہمیت کے مسائل ہوتے ہیں وہ اپنی تقریروں میں کر جاتے ہیں۔ بات PSDP پر ہو رہی تھی لیکن انہوں نے اپنے اپنے حلقوں کے مسائل چھیڑ دیئے جس کی وجہ سے اب تین گھنٹے پورے ہو گئے ہیں۔ اب وہ جو تحریک التوا ہے، جو بزنس ہے اسمبلی کی، ایک ضروری بزنس تھی اُس پر ابھی تک بحث نہیں ہو سکی ہے۔ تو kindly جس طرح دوستوں نے کہا کہ اسمبلی کو اُسکے روز اور ریگولیشنز کے مطابق چلایا جائے تو بہتر ہوگا۔ اب اس تحریک التوا پر کیا بحث ہوگی اس حوالے سے آپ کی رائے چاہئے۔

میر یونس عزیز زہری:

جناب اسپیکر!

جناب قائم مقام اسپیکر:

جی۔

میر یونس عزیز زہری:

پی ایس ڈی پی پری کمیٹی بنائی جائے۔ اُس سلسلے میں جام صاحب کی رائے آنی چاہیے کہ آیا اُس پری کمیٹی بنے یا نہ بنے یا اُس کا کیا کیا جائے تاکہ یہ پی ایس ڈی پی کا مسئلہ جو آخر آج فائنل ہو رہا تھا اس پر بات ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ BS پروگرام پر جیسے نئے صاحب نے بات کی ہے اُس پر میں آپ کے توسط سے جام صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے ڈسٹرکٹ میں بھی یہ ہوا تھا جو کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا۔ تو اُس میں یہ ہے کہ جو بٹچرز ایڈ ہاک پر رکھے تھے اُنکو دو مہینے کی تنخواہیں دے دی گئی ہیں جبکہ اُنکو نو مہینے ہو چکے ہیں اُن کو سات مہینے کی تنخواہیں ابھی تک نہیں ملی ہیں وہ باقاعدہ احتجاج کرنے پر تھے ہوئے ہیں کہ جی اگر ہمیں نکالا گیا تو ہماری سابقہ تنخواہیں تو ہمیں دی جائیں۔ تو اس پر بھی جام صاحب سے گزارش ہے کہ اُنکی تنخواہوں کے بارے میں وضاحت ہو۔ کیونکہ ان کو سات مہینوں کی تنخواہیں ابھی تک نہیں ملی ہیں، صرف دو مہینوں کی ملی ہیں۔ اور پی ایس ڈی پی پر بھی تمام دوستوں کی رائے ہے کہ چار رکنی کمیٹی بنائی جائے وہ بیٹھے ہماری باتیں سن لے، ہم سے جو کچھ بھی ہو سکتا ہے بلوچستان کیلئے ہم اپنا شیئر اُنکے ساتھ ڈال دینگے۔ باقی کیبنٹ کا جو بھی فیصلہ ہوگا، وہ ہمیں منظور ہوگا۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکر یہ یونس زہری صاحب!

جام کمال خان (قائد ایوان):

جناب اسپیکر! اس میں ایک تو میرے خیال میں BS والے issue پر تھوڑی سی deliberation کرتے ہیں کہ نہیں بالکل ایسی کلاسز بند نہیں ہونی چاہئیں جہاں لوگ already اچھی خاصی تعلیم حاصل کر چکے ہیں اور BA کا بھی ایک option تھا اس پر مزید detailing جو بھی ہوگی تھوڑی بہت ہم اس پر مزید deliberation کرتے ہیں کہ کیا ترتیب بننی چاہئے۔ اور اُس میں انشاء اللہ اگر ضرورت اس عمل کی آتی ہے تو آپ سے بھی consultation کرینگے اس پر کہ اسکو ہم further اگر expedite کرنا چاہیں تو problems کیا ہیں اور اُنکو حل ہونا چاہئے۔ Lawyers کا ایک deliberation واقعی آپ کی بات صحیح ہے وہ ایک issue بنا تھا اُس پر ہمارے منسٹر صاحبان بھی گئے تھے بات چیت بھی ہوئی تھی۔ وہ چیزیں کسی ایک اسٹیج پر آئی ہیں لیکن وہاں تحفظات دونوں سائیڈوں سے تھوڑے بڑھے ہیں۔ لیکن انشاء اللہ آج تک یا کل، ان سے پھر سے ملاقاتیں چل رہی ہیں اُنکو میں خود بھی تھوڑا watch کر رہا ہوں۔

تو کہیں sensitivities زیادہ بڑھ گئی ہیں کوشش کریں گے ان sensitivities کو دونوں طرف سے اگر تھوڑا سا ease-down کریں تاکہ پبلک انفیئر اس میں affect نہ ہو۔ اور لوگوں کے ایٹوز جو جس طرح بھی چل رہے ہیں وہ suffer نہ کریں۔ تو انشاء اللہ اس پر ایک deliberation ہوگی۔ اور BS کے factor میں ہم انشاء اللہ اسکو فائل کریں گے۔

جناب عبدالواحد صدیقی:

جناب اسپیکر! جام کمال صاحب کے علم میں یہ لانا چاہتا ہوں کہ یہ پروگرام جو شروع کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے یونیورسٹی سے اسکی affiliation نہیں کی گئی ہے۔ تو اب مشکل یہ پیش آرہی ہے کہ جہاں جہاں نہوں نے BS پروگرام شروع کیا ہے وہ یونیورسٹی affiliation نہیں دے رہی ہے۔ اگر وائس چانسلر کو آپ بلا لیں اس ایمر جنسی میں اُس سے affiliation کروادیں۔ اسی طرح تمام ڈگری کالجز میں بچے پڑھ رہے ہیں جن کے دو تین سمسٹرز مزید ہیں۔ اب وہ بیچارے پریشان ہیں ایڈ ہاک بیسز پر ان کو ٹیچر رکھا گیا ہے ان کو دو مہینوں کی تنخواہیں ملی ہیں۔ تو یہ ایمر جنسی میں میرے خیال اگر آپ وائس چانسلر کو بلا لیں۔ یہ affiliation کروادیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو جائے۔ اسی طرح پی ایس ڈی پی کے حوالے سے میری بھی یہ تجویز ہے کہ ایک کمیٹی بننی چاہئے اور اُس پر فوری کارروائی ہونی چاہئے۔ کیونکہ ہمارا ایک کوارٹر گزر چکا ہے۔ ہمارا slack season آ رہا ہے پھر کام کرنے کیلئے ہمیں وقت نہیں ملے گا۔

ملک نصیر احمد شاہوانی:

جناب اسپیکر! کوئٹہ کی گیس کا ایک مسئلہ ہے۔ کوئٹہ کی جتنی بھی آبادی ہے مختلف علاقوں میں گیس کے پمپس سے تیس ہزار روپے بلز آ رہے ہیں اور انکے میٹرز بھی change ہو رہے ہیں۔ یہی میٹر گیس کمپنی نے میرے خیال میں شاید لاہور، کراچی، سندھ میں لگانے کی کوشش کی لیکن وہاں لوگوں نے اسکو reject کر دیا۔ لیکن یہاں ایک بہت بڑی آبادی کو پمپس، پمپس، تیس، تیس ہزار روپے کے بل آ چکے ہیں۔ وہ لوگ جن کے بلز گزشتہ کئی سالوں سے تین چار سو روپے آتے تھے اب انکے پمپس، تیس ہزار روپے آتے ہیں۔ اور یہاں کوئٹہ میں کوئی ایسی لیبارٹری بھی نہیں ہے جس سے ان میٹروں کو چیک کروا سکے۔ کوئٹہ کی آدھی آبادی ایسی ہے جہاں گیس کا پریشر بہت کم ہے ابھی سردیاں آنے والی ہیں قائد ایوان سے گزارش ہے کہ وہ گیس کمپنی کے جی ایم کو کسی اجلاس میں طلب کریں تاکہ آنے والے دنوں میں جو گیس کا مسئلہ درپیش ہوگا اُسکے لئے کوئی حکمت عملی ترتیب دی جائے۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

شکریہ۔ اب اراکین اپنی رائے دیں کہ اگلا سیشن کب بلایا جائے؟

جناب ثناء اللہ بلوچ:

تین بجے، بدھ اور جمعرات کو تا کہ جو بزنس pending ہے۔ ایک تو NFC پر ابھی تک discussion باقی ہے اور زیرے صاحب کی تحریک التوا ہے، میری تحریک التوا ہے سینڈک سے متعلق وہ ابھی تک pending ہے۔ یہ دو دن ہیں جن میں میرے خیال میں شاید ہم انکو نمٹا دیں کل کا دن ہم چھوڑ دیتے ہیں اور جمعرات کو۔

جناب قائم مقام اسپیکر:

صحیح ہے۔ اب اسمبلی کا اجلاس مورخہ 14 اکتوبر 2018ء بوقت سہ پہر تین بجے تک کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس سہ پہر 3 بجکر 12 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)

